شہری
برائے بہتر ماحول
SHEHRI
اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔۔۔ مارگریٹ میڈ

اندر کے صفحات میں
○ عوامی بہتری کے جرم کی پاداش میں
○ نگراں کمیٹی کی کارکردگی
○ ویمنز پولیس اسٹیشن
○ نوک ستہ تحریک

ریحانہ افتخار

ٹرانسپورٹ کے شعبے میں جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے

کراچی میں دس لاکھ سے زیادہ گاڑیاں رجسٹرڈ ہیں۔ غیر رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہمارے ملک میں پبلک ٹرانسپورٹ کا نظام اچھا اور موثر نہیں ہے۔ اس لئے لوگ اپنی ذاتی گاڑی استعمال کرنے پر مجبور ہیں سڑکیں خراب ہیں۔ سگنل کام نہیں کرتے۔ ٹریفک پولیس اہم چوراہوں پر موجود نہیں ہوتی چنانچہ روزانہ لاکھوں گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں۔ خراب اور دھواں اگلنے والی گاڑیوں کے پریشر ہارن سے شور کی آلودگی میں حد درجہ اضافہ ہو رہا ہے

ان ہی مسائل کو مدنظر رکھ کر گزشتہ دنوں شہری برائے بہتر ماحول نے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں ٹرانسپورٹرز ایسوسی ایشن کے ارکان اور پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کرنے والے عوام نے شرکت کی۔ مقررین میں کمشنر کراچی جناب شفیق الرحمٰن پراچہ، ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے سیکریٹری جناب مقصود احمد قریشی، ٹریفک انجینئرنگ بیورو کے ڈائریکٹر جناب ظہیرالسلام، کراچی ٹرانسپورٹ اتحاد اور بس اونرز ایسوسی ایشن کے صدر ارشاد احمد بخاری اور منی بس ایسوسی ایشن کے صدر جناب طہماس ملک شامل تھے۔ سیکریٹری ٹرانسپورٹ اور ڈی آئی جی ٹریفک پولیس بھی مدعو تھے لیکن مذکورہ دونوں سرکاری افسران تشریف نہیں لائے اور نہ آنے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی۔ ان کی غیر حاضری سے شرکاء کو بہت مایوسی ہوئی کیونکہ سیمینار ٹرانسپورٹ کے شعبے سے متعلق تھا اس لئے بہت سے پہلو ان حضرات کی غیر حاضری کے باعث تشنہ رہ گئے۔

سیمینار میں ٹرانسپورٹ سے متعلق بہت سے مسائل سامنے آئے۔ سرکاری افسران نے ٹریفک کے نظام کو بہتر بنانے کی باتیں کیں تو ٹرانسپورٹروں نے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ کمشنر کراچی نے ٹریفک مسائل کے حل پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس شہر میں ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے روزانہ لاکھوں گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں۔

ٹریفک انجینئرنگ بیورو کے ڈائریکٹر ظہیرالسلام نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے بہت سی معلومات فراہم کیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس شہر میں ۱۰ فیصد سالانہ کے حساب سے گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہاں فری ٹرانسپورٹ پالیسی کے تحت کام ہو رہا ہے اس لئے جو شخص بھی چاہتا ہے اپنی بس یا منی بس چلا سکتا ہے۔ اس پالیسی کا نفاذ ۱۹۷۱ء میں ہوا تھا۔ اس پالیسی کا فائدہ یہ ہوا کہ سڑکوں پر خوب گاڑیاں آئیں۔ بنیادی طور پر انہیں نشستوں پر مسافروں کو بٹھانا تھا۔ لیکن

آر ٹی اے کے سیکریٹری جناب مقصود احمد قریشی خطاب کر رہے ہیں جبکہ ڈائس پر شہری کی محترمہ امبر علی بھائی اور فرحان انور بیٹھے ہیں

شہری

ڈی 206 بلاک-2 پی ای سی ایچ ایس
کراچی - پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646

E-mail address:shehri
@onkhura.com
(web site) URL:http://www.
onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : بینا صدیقی

انتظامی کمیٹی

چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرپرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : خطیب احمد
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد
حنیف ستار

شہری اسٹاف

کوآرڈی نیٹر : مسز منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر : محمد سلمان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ : دانش آزر زوبی، حمیدالرحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : حمیدالرحمٰن، احسن جعفری، منزہ عمان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی، رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین
قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن : زیڈ یو لال
پروڈکشن : انٹرپرائز کمیونیکیشن

مالی تعاون : فریڈرک ایبرٹ فاؤنڈیشن

رکن IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

جناب شفیق الرحمن پراچہ کمشنر کراچی

جناب ظریف السلام — محمد ملک طماس

حقیقتاً ایسا نہیں ہوا بسوں اور منی بسوں میں مسافر بھیڑ بکریوں کی طرح بھرے جانے لگے اور اکثر عوام کو چھتوں پر بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس صورتحال کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مقررہ ۵۴ روٹ پر لائسنس دیئے گئے ہیں لیکن ان پر بہت کم منی بسیں چل رہی ہیں۔ اسی طرح بسوں کے ۱۱۰ روٹس ہیں لیکن صرف ۴۸ روٹس پر بسیں چل رہی ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ سے بھی مسافر چھتوں پر سوار ہو کر سفر کرنے پر مجبور ہیں۔ بس مالکان انہی روٹس پر اپنی بسیں اور منی بسیں چلاتے ہیں جہاں ان کو نفع حاصل ہو۔

ظہیر صاحب کا کہنا تھا کہ کراچی میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ کوئی ایک ادارہ حل نہیں کر سکتا مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے کے لئے سبھی کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا یہاں ۱۸ ایجنسیاں اس شہر کا نظام چلا رہی ہیں۔ یہ ایک مشکل شہر ہے جہاں کرنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ مثلاً یہاں کم سے کم پانچ ہزار بسوں کی ضرورت ہے۔ ہر بس ۱۵۰ سیٹوں پر مشتمل ہو اس میں کھڑا ہونے کی بھی جگہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ منی بسیں عوام کی بہت خدمت کر رہی ہیں۔ وہ ایسی ایسی جگہوں پر جاتی ہیں جہاں بسیں نہیں جاتیں۔ لیکن ان میں نقائص بہت ہیں۔ کراچی کی آبادی زیادہ ہے اور اس میں مسلسل تیزی سے اضافہ بھی جاری ہے تو یہاں ٹرانسپورٹ کے لئے اچھی اور بڑی بسوں کا ہونا ہی

بس اور منی بس مالکان صرف انہی روٹس پر اپنی بسیں اور منی بسیں چلاتے ہیں جہاں ان کو نفع حاصل ہو

سود مند ہوگا کیونکہ بسیں سڑکوں پر جگہ کا ایک چوتھائی حصہ لیتی ہیں اور ۷۰ فیصد مسافروں کو اٹھاتی ہیں۔

ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے سیکریٹری مقصود احمد قریشی کا یہ کہنا تھا کہ ہر شخص اپنی آمدنی کا صرف دس فیصد حصہ ٹرانسپورٹ کی مد میں خرچ کر سکتا ہے کیونکہ ہمارے ملک میں اوسط آمدنی کم ہے۔ اس لئے موجودہ کرایوں کو بڑھانا مناسب نہیں ہے۔ کے آر ٹی سی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی بسیں نہیں چل رہی ہیں۔ چنانچہ پرائیویٹ بسوں پر مزید دباؤ بڑھا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہاں مزید بسوں کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ کو اس سلسلے میں مثبت قدم اٹھانے پڑیں گے۔ انہوں نے اس الزام کی تردید کی کہ ان کا محکمہ رشوت لے کر پرمٹ جاری کرتا ہے۔ فری ٹرانسپورٹ پالیسی کی وجہ سے جو شخص بھی ہم سے ٹرانسپورٹ پرمٹ کی درخواست کرتا ہے اسے پرمٹ مل جاتا ہے اور یہ فیصلہ بھی ایک شخص کی صوابدید پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فیصلہ بورڈ کرتا ہے۔

منی بس اونرز ایسوسی ایشن کے صدر ملک طماس نے کہا کہ ہمارے

کمشنر کراچی شہری کے اسٹاف ممبران کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں

کراچی کے ایک شہری کا سوال

مسائل بہت دیرینہ ہیں۔ ٹرانسپورٹ کی تمام خرابیوں کا ذمہ دار ہمیں ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ قصوروار ہم اکیلے نہیں ہیں۔ انہوں نے پرزور مطالبہ کیا کہ کرائے بڑھائے جائیں۔ یہ کرایہ اتنا کم ہے کہ اخراجات بہ مشکل پورے ہوتے ہیں۔ نئی سرمایہ کاری کہاں سے کی جائے چنانچہ پرانی گاڑیوں کی مرمت کرکے انہیں ہی سڑکوں پر لے آتے ہیں۔ کراچی میں کرائے ملک بھر سے کم ہیں۔ سرحد اور پنجاب کے مقابلے میں یہاں کرائے ۸۷ فیصد کم ہیں۔ مہنگائی کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں لیکن کوئی آواز نہیں اٹھاتا لیکن اگر ہم کرایہ بڑھانے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ایک شور مچ جاتا ہے۔

ملک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ۱۹۸۵ء سے کراچی میں نئی منی بسیں لانے پر پابندی ہے۔ اس وجہ سے بھی پرانی منی بسیں چل رہی ہیں۔ ہمیں قرضہ نہیں ملتا کہ نئی گاڑیاں خرید سکیں۔ ہمیں بس ٹرمینل کے لئے جگہ نہیں ملتی چنانچہ گاڑیاں سڑکوں پر کھڑی کرنے پر مجبور ہیں۔ امن و امان کی صورتحال سب کے سامنے ہے۔ جب شہر میں ہنگامہ ہوتا ہے تو ہماری گاڑیاں جلادی جاتی ہیں۔ اب تک اربوں روپے کی مالیت کی گاڑیاں جل چکی ہیں لیکن ہمیں معاوضے کا ایک روپیہ نہیں ملا۔ بھٹو کے دور میں ہمیں کچھ رقم ملی تھی لیکن وہ بھی آٹے میں نمک کے برابر تھی کیونکہ گاڑی کی قیمت اگر ۱۰ لاکھ تھی تو اس کا معاوضہ صرف ایک لاکھ روپے ملا۔ سڑکوں کی حالت دیکھ لیں۔ ان پر چل کر گاڑی کا انجرپنجر ڈھیلا ہوجاتا ہے اس کی زندگی کم ہو جاتی ہے تجاوزات کا حال بھی سبھی کے سامنے ہے۔ گاڑی کے چلنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ پولیس کا رویہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے وہ ہم سے بھتہ لیتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جن حالات سے ہم دوچار ہیں ان کا اندازہ عام آدمی کو نہیں ہے۔ ورنہ وہ کرایوں کے بڑھانے کی

کراچی میں گزشتہ کئی برسوں سے فری ٹرانسپورٹ پالیسی کے تحت کام ہو رہا ہے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سڑکوں پر خوب گاڑیاں آئیں، بنیادی طور پر انہیں مسافروں کو نشستوں پر بٹھانا تھا، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوا

مخالفت نہیں کرے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ کرایوں کی شرح پنجاب کے برابر کی جائے۔ ہم سے تو عوام سہولتیں مانگتی ہے اور حکومت کرایہ بڑھانے کی مخالفت کرتی ہے لیکن ہمیں بھی تو سہولتیں ملنی چاہئیں۔ اس کے بعد ہم سہولتیں فراہم نہ کریں تو سزا کے حقدار ہیں۔

ارشاد حسین شاہ بخاری کراچی ٹرانسپورٹ اتحاد کے صدر ہیں۔ انہوں نے بھی یہ مطالبہ کیا کہ کرائے بڑھنے چاہئیں۔ پولیس ہم سے ایک ہزار سے پندرہ سو روپے ماہانہ فی گاڑی بھتہ لیتی ہے اور ہم دینے پر مجبور ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس والوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہونا چاہئے۔ کم آمدنی بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ اگر ان کی تنخواہیں مناسب ہوں گی تو وہ رشوت خوری اور بے ایمانی کے کام نہیں کریں گے۔

بسیں دھواں چھوڑتی ہیں، بسوں کے ڈرائیور تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہیں، اوور ٹیکنگ کرتے ہیں، سگنل توڑتے ہیں، پریشر ہارن کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے، فحش گانے بجائے جاتے ہیں، بسیں بس اسٹاپ پر کھڑی ہونے کی جگہ جگہ کھڑی ہو جاتی ہیں۔ لیڈیز کمپارٹمنٹس نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان عوامی شکایتوں کا جواب دیتے ہوئے بخاری صاحب نے کہا میں ان سب غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں اور انہیں دور کرنا بھی چاہتا ہوں لیکن بہت سی مجبوریاں آڑے آتی ہیں مثلاً میں گاڑیوں میں گانے چلانے کا حامی نہیں ہوں لیکن ان کی فرمائش تو خود بعض مسافر بھی کرتے ہیں۔ اگر قانون کی حکمرانی ہو تو بسوں اور گاڑیوں میں ٹیپ ریکارڈر سرے سے ہونا ہی نہیں چاہئے۔ لیڈیز کمپارٹمنٹس کا مطالبہ صرف کراچی میں ہوتا ہے ملک کے کسی بھی حصے میں اس طرح کمپارٹمنٹ نہیں ہیں۔ وہاں بھی خواتین سفر کرتی ہیں اور ڈرائیور سمیت مسافر بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ سرحد اور پنجاب میں بھی یہی ڈرائیور ہیں وہاں تو یہ بدتمیزی نہیں کرتے۔ کراچی میں آکر ان کا رویہ کیوں بدل جاتا ہے۔ اس کا جواب تو کراچی کے شہریوں کو دینا چاہئے۔ جہاں تک ٹریفک سگنل توڑنے کا سوال ہے تو جہاں سرکاری حکام اور پڑھے لکھے افراد سگنل توڑتے ہوں وہاں بس ڈرائیور تو پھر جاہل ہیں۔ ساری بات قانون کی حکمرانی کی ہے۔ سخت قوانین ہوں اور ان پر عملدرآمد بھی ہو تو بہت سے مسائل خودبخود حل ہو جائیں گے۔

جہاں تک پرانی اور دھواں چھوڑنے والی بسوں کا تعلق ہے تو یہ مسئلہ اسی وقت حل ہوگا جبکہ کرایہ کم سے کم ۳ گنا بڑھایا جائے۔ اور نئی سرمایہ کاری کی جائے۔ اس وقت اصل ٹرانسپورٹرز تو خراب حالات کی وجہ سے میدان چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ ان کے نزدیک اب یہ شعبہ قابل منافع نہیں رہا ہے۔ اب تو وہ لوگ گاڑیاں چلا رہے ہیں۔ جو کبھی ڈرائیور تھے۔ مکینک یا کنڈیکٹر تھے انہوں نے سود پر قرضہ لیا اور گاڑی چلانے لگے۔ اس وقت تو ٹرانسپورٹ پر "سود مافیا" کا قبضہ ہے۔

باقی صفحہ ۲۱ پر

عوامی بہتری کے جرم کی پاداش میں

شہری نے ایک بار پھر معاشرے کے جرائم پیشہ عناصر کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس نے ملک کے عوام سے اپیل کی کہ وہ عملی اور ناعملی کے درمیان ایک کا انتخاب کریں۔ اسی صورت میں معاشرے میں قانون کی حکمرانی اور اعتدال پسندی قائم کرنے کی جدوجہد کی جاسکتی ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم اچھائی و نیکی کو فروغ دینا اور ناانصافی و ظلم کے خلاف احتجاج کرنا ہے۔ لیکن ایک ایسے معاشرے میں جہاں ناانصافی زندگی کا چلن ہو' جہاں قانون کی حکمرانی کا تصور ہی غائب ہوچکا ہو وہاں اس راہ پر چلنا حددرجہ تکلیف دہ اور خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ پاکستان میں آج کل یہ ہی کچھ ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جو حق کی بات کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں اور حالات کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جاتا ہے۔ جسمانی تشدد کے علاوہ انہیں عوامی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مخصوص مفادات کے حامل گروہ وجود میں آچکے ہیں۔ جن کا تعلق معاشرے کے مختلف حصوں و طبقات سے ہے۔ برسوں کی پریکٹس اور محنت کے بعد وہ نہایت کامیابی سے ہمارے شہری معاشرے کی اس چھوٹے سے حصے کی مدہم لیکن مستقل و مسلسل آواز کو دبانے کا فن سیکھ چکے ہیں۔ حالانکہ یہ چھوٹا سا حصہ ان کے حقوق اور ان کی آزادیوں کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کی ہمت کرتا ہے۔

شہری ایک غیرسرکاری ادارہ ہے جس نے ایسے شہریوں کو ہم خیال بنایا ہے جو بہتر ماحول کے خواہاں ہیں۔ آج کل ان شہریوں کے خلاف مہم چل رہی ہے ان کا جرم یہ ہے کہ وہ بہتر ماحول کے لئے کام کر رہے ہیں۔

> وہ لوگ جو حق کی بات کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں اور حالات کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جاتا ہے' جسمانی تشددکے علاوہ انہیں عوامی مذاق کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے

عوامی مظاہروں اور ابلاغی ذرائع کے استعمال کے ذریعے ایک گروہ اسلام کا محافظ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ انہوں نے شہری پر یہ الزام عائد کیا؟ کہ اس نے شہر میں دو مساجد کی تعمیر کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شہری ایک یہودی تنظیم ہے (امریکی اور سی آئی اے کا اثر ایک مانی ہوئی حقیقت ہے) جس کی سرپرستی غیرمسلم دوزخ کے کارندے کر رہے ہیں۔ یہ حربہ پاکستان میں ہمیشہ آزمایا گیا ہے کہ سازش کا منظر پیش کیا جائے تو کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ اس منظر میں جو عنصر غائب تھا وہ "را" کا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اس نفرت انگیز مہم میں اسے بھی شامل کرلیا جائے۔ "شہری" اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتی ہے کہ اسے پوری طرح وی آئی پی کا درجہ نہ ملا ہو یا اسے مصیبت کھڑی کرنے والے مستقل مزاج شہری حقوق کے لئے لڑنے والوں کے لئے نہ بچایا ہو۔

شہری کے خلاف الزام کی بنیادی سطح کی تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ دعویٰ کتنا باطل تھا۔ شہری کے جھوٹے لیٹرہیڈ پر اس کے ایک رکن کے جھوٹے دستخط کے ساتھ ایک خط کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ بعد میں کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی نے شہری کی جانب سے کسی ایسے خط کی وصولی سے انکار کیا تھا جس مقامی اردو روزنامے میں سب سے پہلے یہ خبر شائع ہوئی تھی اس نے بعد میں شہری اور کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی دونوں کی تردید شائع کی تھی۔ اس مضحکہ خیز دعویٰ اور کھوکھلے' جھوٹے اور جعلساز نوعیت کے ثبوت اگرچہ کہ اس بغض و عناد اور بہتان باندھنے والی اس مہم کے اصل کرداروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ انہوں نے ایک ہی مسئلے کے پیچھے پناہ لی اور یہ سوال و مسئلہ ایسا ہے جس کے

باقی صفحہ ۲۱ پر

کے بی سی اے کی نگراں کمیٹی کی کارکردگی

دو سال قبل کے بی سی اے کی نگراں کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، اب یہ مدت ختم ہونے کو ہے، ناموافق حالات کے باوجود نگراں کمیٹی نے کون کون سے مثبت اقدامات کئے، اس کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں

حکومت سندھ نے کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی کارگزاری پر نظر رکھنے کے لئے دو سال کی مدت کے لئے نوٹیفکیشن نمبر ایس او لینڈ (کے ڈی اے) /ایچ اینڈ ٹی پی/۳-۸۹/۹۶ بتاریخ ۲۳-۱۲-۱۹۹۶ کے ذریعے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔

اس وقت کے وزیر برائے ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ نے اس کمیٹی کو تشکیل دیتے ہوئے کہا۔

"سندھ کے تمام بڑے شہروں کے عوام کا یہ ایک دیرینہ مطالبہ تھا کہ ان کے شہروں میں منظم پھیلاؤ ہو، منصوبہ بندی کے تحت افزائش کا عمل ہو۔ یہ عمل فیصلے کرنے کی طاقت سے نہ ہو بلکہ انتخابی ہو۔ ہمیں ہر شہر کے کردار کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ اب یہ ذمہ داری آپ کی کمیٹی کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کو اپنے ساتھی شہریوں کی توقعات پر پورا اترنا چاہئے۔ یاد رکھیں بدنظم ہونا بہت آسان ہے۔ آپ کو اپنے خیالات اور سوچ دونوں میں تعمیری ہونا چاہئے"۔

یہ نگران کمیٹی سولہ ارکان پر مشتمل تھی۔ متعلقہ افسران کے علاوہ متعلقہ پیشہ ورانہ تنظیمیں، پیشہ ور افراد، متعلقہ این جی اوز اور ممتاز شہری اس کے اراکین میں شامل تھے۔

یہ نگراں کمیٹی ماہانہ میٹنگ کرتی تھی جس کے دوران مختلف اہم سرگرمیوں کو طے کیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی نے یہ ثابت کیا کہ عمارات سے متعلق قوانین کی دھجیاں بکھیرنے کے عمل کو موثر طور پر چیک کیا جاسکتا ہے اس سے پہلے عمارات کو مطلوبہ اجازت نامہ حاصل کئے بغیر یا غیر قانونی طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی نے کوئی قدم اس لئے نہیں اٹھایا کہ یا تو اس نے خود غیر قانونی طور پر تعمیرات کرنے والوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرلیا تھا یا وہ نااہل تھی یا اسے غیر قانونی تعمیرات کرنے والوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے روکا گیا۔ کیونکہ اہم ارباب اقتدار یا سیاستدان اس کی راہ میں مداخلت کرتے تھے۔ نگراں کمیٹی نے اس بات کو یقینی بنایا کہ متعلقہ قوانین کی کوئی خلاف ورزی نہ ہو چنانچہ یہ صورتحال پیدا ہوگی کہ کوئی رشوت نہیں مانگ سکتا تھا۔ کیونکہ کسی بھی قانون کو توڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ موثر اقدامات بھی کئے گئے تاکہ کے بی سی اے کے اندر پائی جانے والی نااہلیت کی روک تھام کی جاسکے۔

اہم کامیابیاں

۱۔ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی میں عوام کے لئے ایک معلوماتی کاؤنٹر کا قیام

(الف) عام لوگوں کو معلومات، بلڈنگ پلان/دستاویزات کی فراہمی۔

(ب) کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی سے متعلق دیگر مسائل اور غیر قانونی تعمیرات کے بارے میں شکایات کو وصول کرنا۔

۲۔ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی کارکردگی کو شفاف بنانا اور اس تک عام آدمی کی پہنچ کو ممکن بنانا تاکہ معلومات اور دستاویزات عام آدمی کو آسانی سے مہیا ہوسکیں۔

۳۔ ان مختلف طریقہ کار، فارموں اور دستاویزات کو ہم معیار بنانا جو کے بی سی اے استعمال کرتی ہے۔ مثلاً سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی ننس ۱۹۷۹ء کی دفعات ۷۔اے کے تحت آنے والے نوٹسوں اور خلاف ورزیوں سے متعلق ان نوٹسوں کو مناسب طور پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

۴۔ انگریزی، اردو اور گجراتی اخبارات میں باقاعدگی کے ساتھ پبلک نوٹس کی اشاعت تاکہ عام آدمی کی فیصلے کرتے وقت اعانت ہوسکے۔ یہ نوٹس مندرجہ باتوں سے متعلق ہیں۔

(الف) عوام کو غیر قانونی تعمیرات میں

باقی صفحہ ۲۲ پر

نگران کمیٹی کے اراکین

- چیئرمین، برائے پاکستان کونسل آف آرکیٹکٹس اینڈ ٹاؤن پلانرز
- چیئرمین، برائے پاکستان انجینئرنگ کونسل
- چیئرمین، پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف سٹی اینڈ ریجنل پلانرز
- چیئرمین، ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈیویلپرز (آباد)
- چیئرمین، انڈس ویلی اسکول آف آرکیٹیکٹ
- اردشیر کاؤس جی
- رولینڈ ڈی سوزا، (شہری برائے بہتر ماحول)
- پروفیسر محمد نعمان، آف این ای ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی
- قاضی فائز عیسیٰ، بیرسٹر ایٹ لاء
- پروفیسر نعمان احمد، کوآرڈی نیٹر اربن ڈیزائن گریجویٹ پروگرام، داؤد کالج آف انجینئرنگ
- ڈائریکٹر جنرل ادارہ برائے تحفظ ماحول سندھ

خطیب احمد

شکایت بہتری کی جانب پہلا قدم

اپنی شکایت تنظیم یا ادارے اس افسر یا فرد سے کریں جو اس سے براہ راست تعلق رکھتا ہو

عام طور پر لوگ بہت زیادہ تکالیف برداشت کرتے ہیں لیکن اپنی آواز تک بلند نہیں کرتے۔ اور نہ ہی شکایات کا اندراج کراتے ہیں۔ انہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شکایت کرنا اپنے لئے حالات کو بہتر بنانے کی جانب پہلے قدم کے مترادف ہے۔ معاملہ چاہے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اگر کامیابی سے شکایت کی جائے تو آپ کو اطمینان قلب حاصل ہوگا اور یہ احساس نہیں ہوگا کہ آپ کا استحصال ہوا ہے"۔

یوں بھی مناسب طریقے پر احتجاج کا اندراج ایک اصولی معاملہ ہے۔ شکایت کرکے ان دوسرے افراد کو بچایا جاسکتا ہے جو ان ہی مسائل سے دوچار ہیں اس سے منیجروں کو (سرکاری اداروں کے افسران و ملازمین) اپنے فرائض و ذمہ داریوں کے بارے میں چوکس و چوکنا رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

شکایت کرنے کے عمل سے انتہائی نتائج حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ باقاعدہ طریقے پر عمل کیا جائے۔

اپنی شکایت کس سے کریں

یہ بہتر ہوگا کہ اپنی شکایت تنظیم یا ادارے کے اس افسر یا فرد سے کریں جو اس سے براہ راست تعلق رکھتا ہو۔ اگر آپ کو کوئی مثبت جواب نہیں ملتا یا نتائج اطمینان بخش حاصل نہیں ہوتے تو پھر ارباب و اختیار کی اعلیٰ سطح تک شکایت کو پہنچانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اپنی شکایت کا اندراج کراتے وقت مندرجہ تسلسل و ترتیب کا خیال رکھیں۔

- ○ وہ شخص جو کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔
- ○ مذکورہ شخص سے فوری بڑے عہدے پر فائز فرد۔
- ○ شعبہ کا سربراہ۔
- ○ ادارے کا سربراہ۔
- ○ عوام کا منتخب شدہ نمائندہ۔
- ○ محتسب اعلیٰ (وفاقی یا صوبائی)
- ○ گورنر/صدر

شکایت کیسے کی جائے اور نتائج حاصل کئے جائیں

شائستگی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔

- ○ سب سے پہلے اس شخص سے مخاطب ہوں جو کام کرے گا یا پھر انچارج سے بات کریں۔
- ○ اپنا تعارف کرائیں۔ اپنا نام۔ پتہ۔ ٹیلی فون نمبر دیں (اگر فیکس نمبر ہو تو وہ بھی دیں) اصرار کریں کہ آپ کی شکایت سرکاری طور پر ریکارڈ پر لائی جائے اور شکایت کو وصول کرنے والے سے رسید بھی لیں۔ اپنی شکایت کو درج کرانے ثبوت یا رسید حاصل کرنا بہت اہم ہے۔ آپ اسے رجسٹرڈ اے ڈی۔ ڈاک اور کوریئر سروس سے بھیج سکتے ہیں۔
- ○ آپ مناسب وقت کے اندر مخصوص اعانت طلب کریں۔ جس تاریخ تک آپ کام کے ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں خصوصیت کے ساتھ اس کی وضاحت کر دیں۔ اس حقیقت پر زور دیں کہ وہ ملازمت کی شرائط کے باعث موثر خدمات کی فراہمی کے لئے مجبور ہے۔
- ○ اگر مقررہ مدت میں کسی خاص وجہ کے بغیر بھی کام نہیں ہوتا تو۔
- ○ پھر اس کے فوری اعلیٰ افسر کو شکایت کی کاپی کے ساتھ یاددہانی کا خط بھیجیں اور اس سے مداخلت کی درخواست کریں۔ قانون و قاعدے کا حوالہ دیں کہ ایک افسر اپنے ماتحت کے رویئے کا ذمہ دار ہے (رول ایس انمبرز ۱۲۹ اور ۱۳۰۔ صفحہ نمبر ۵۵۱۔ ای ایس ٹی اے کوڈ دی سول اسٹیبلشمنٹ کوڈ)

اگر اطمینان بخش جواب' مداخلت اور اعانت نہیں ملتی تو۔

- ○ شعبے کے انچارج کو فوری توجہ کے لئے لکھئے اور پہلے کئی دنوں شکایتوں کی کاپیاں بھی منسلک کردیں اسے بھی مذکورہ ای ایس ٹی اے کوڈ رولز ایس ا نمبر ۱۲۹۔ ۱۳۰ (صفحہ ۵۵۱) کا حوالہ دیتے ہوئے یاددہانی کرائیں۔
- ○ اگر اب بھی جواب نہ ملے تو متعلقہ حکام (وزیر اعلیٰ۔ چیف سیکریٹری) کو سندھ سروس سروتس ایمنشنسی اور ڈسپلن رولز ۱۹۷۳ء۔ نوٹیفکیشن نمبر ایس او vii (ایس اینڈ جی اے ڈی) ۱/ ۱۴۳/ ۷۳ کے تحت اپنی شکایت بھیج دیں۔

اگر پھر بھی اطمینان بخش جواب موصول نہ ہو تو رپورٹ کریں۔

- ○ محتسب اعلیٰ۔
- ○ گورنر/صدر۔

اعانت کے لئے مندرجہ بالا ذرائع کو شکایت کرنے میں آپ کو عدالت یا وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قانون کی عدالت

چارہ جوئی کے لئے دوسرا راستہ بھی ہر شہری کو دستیاب ہے وہ عدالت میں اپنی شکایت کو لے کر جاتا ہے۔ اس راستے کا انتخاب کرنے پر شکایت کنندہ کو قانونی اخراجات (وکیل اور عدالت کی فیس وغیرہ) برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

(خطیب احمد شہری "سی بی ای" کی مجلس عاملہ کے رکن اور خزانچی ہیں)

◆◆

فرحان انور

انٹرویو

حکومت ہمارے تمام مسائل حل نہیں کرسکتی

پروین رحمٰن

پروین رحمٰن کی تربیت ایک آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے ہوئی لیکن انہوں نے ایک سماجی کارکن بننے کا انتخاب خود کیا — وہ دائود کالج آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کراچی میں پڑھانے کی ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ اورنگی پائلٹ پروجیکٹ میں ڈائریکٹر کی خدمات سرانجام دے رہی ہیں — انہوں نے ان دونوں کاموں میں ایک خوبصورت توازن برقرار رکھا ہے — وہ جس آسانی اور مہارت سے یہ ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پیشہ ورانہ زندگی میں اپنے منتخب کردہ کرداروں سے مکمل طورپر مطمئن ہیں — اس سے سماجی تبدیلی کے لئے ان کی ہمت' سرگرمی اور لگن کا اندازہ بھی ہوتا ہے

○ فرحان : اس بات کو بہت زیادہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ریاست عوام کو بنیادی خدمات کی ایک قابل قبول سطح فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کیا شہریوں کو آگے بڑھ کر کام کے بوجھ کو اٹھانا چاہئے یا پھر یہ انتظار کرنا چاہئے کہ حکومت مسائل کو حل کرنے کے طریقے خود تلاش کرے؟

☆ پروین : اس حقیقت کا ادراک کرلینا چاہئے کہ حکومت ہمارے تمام مسائل حل نہیں کرسکتی۔ اگر ہم بنیادی خدمات مثلاً صحت' تعلیم' رہائش اور پانی کی بات کرتے ہیں تو عوام انتخابات یا ضرورت کے تحت اپنا تعاون فراہم کرنے میں رضامندی کا اظہار کرنے لگے ہیں صحت و صفائی اور رہائش ایسے دو شعبے ہیں جہاں یہ رجحان خاصا نمایاں ہے۔

○ فرحان : شہریوں کی شرکت کا موثر طریقہ کیا ہوسکتا ہے؟

☆ پروین : صحت و صفائی کی مثال لیجئے کیونکہ یہ ہر شخص کے دل کی آواز ہے برسوں کے عمل' تحقیق اور توسیعی تعلیم کے بعد یہاں اورنگی پائلٹ پروجیکٹ میں ہم نے اس ضمن میں ایک کم قیمت کا ماڈل بنایا ہے۔ اس ماڈل میں حکومت اور مقامی لوگوں' شراکت داروں اور حفظان صحت کی ترقی دو مرحلوں پر وجود میں آتی ہے۔ پہلا مرحلہ اندرونی ترقی اور دوسرا مرحلہ بیرونی ترقی کہلاتا ہے۔ پہلے مرحلے میں گھر کے اندر ٹوائلٹ گلی میں ایک زیرزمین سیوریج لائن اور محلے میں ایک ڈھکا ہوا بند نالہ تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اس کا مظاہرہ اورنگی میں کیا جاچکا ہے کہ مقامی لوگ اندرونی ترقی کے لئے رقم فراہم کرسکتے ہیں۔ انتظام کرسکتے ہیں اور اسے برقرار بھی رکھ سکتے ہیں۔

بیرونی ترقی بڑی بد رو یا نالہ اور ٹریٹمنٹ پلانٹ پر مشتمل ہے۔ ترقی کی اس سطح کے لئے عوام موثر نہیں ہوسکتے اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اس قسم کے ماڈل کو ترقی کے دیگر شعبوں پر نافذ کیا جاسکتا ہے۔

○ فرحان : آپ ایک طریقے سے عوامی اور نجی شراکت داری کی تجویز پیش کر رہی ہیں۔ اس وقت تو یہ رشتہ گہری بداعتمادی کا شکار نظر آتا ہے پھر اس قسم کا ماڈل کس طرح کام کرسکتا ہے؟

☆ پروین : اسے کام کرنا ہی ہوگا۔ نجات کا صرف یہ ہی ایک راستہ ہے۔ یہاں اورنگی پائلٹ پروجیکٹ میں ہمیں اس قسم کے ماڈل کو چلانے میں اچھی خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ محلّہ داری کی سطح پر ہونے والے منصوبوں میں ہم نے مقامی لوگوں کو اپنے شہری مسائل خود حل کرنے کے قابل بنایا جبکہ بڑے بنیادی ترقیاتی منصوبوں پر ہم حکومت سے تعاون کرتے ہیں تاکہ منصوبوں پر اس طرح عمل درآمد ہوسکے کہ وہ نظام اور شہریوں دونوں کی اصل ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بنیادی حقیقتوں کا سامنا کریں۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ قطعی طورپر نیا نہیں ہے۔ جب میں برطانیہ میں ہونے والی بنیادی شہری ترقی کے ابتدائی مراحل کی تاریخ پڑھ رہی تھی تو مجھے پتہ چلا کہ ان کے پلانرز نے منصوبوں کو باہر نافذ نہیں کیا

شہریوں اور حکومت کے درمیان ایک ایسے رشتے کی تعمیر کی ضرورت ہے جس کی بنیاد اعتماد اور افہام و تفہیم پر ہو، تاکہ ترقی کی ایک قابل قبول سطح کو یقینی بنایا جاسکے

کیونکہ ہوسکتا تھا وہ حقیقت سے دور ہوتے۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف شہریوں کے منصوبوں کو ترقی دی بلکہ ان کی ان کوششوں کو سراہا جو وہ وسیع پیمانے پر ہونے والی ترقی کے لئے کر رہے تھے ہمیں شہریوں اور حکومت کے درمیان ایک ایسے رشتے کی تعمیر کی ضرورت ہے جس کی بنیاد اعتماد اور افہام و تفہیم پر ہو تاکہ ترقی کی ایک قابل قبول سطح کو یقینی بنایا جاسکے۔ شاید یہ آسان نہ ہو۔ لیکن یہ ایک نہایت پسندیدہ اور حقیقی انداز فکر ہے۔

○ فرحان : کیا آپ "اندرونی ترقی" کے اس موضوع کی مزید وضاحت کریں گی؟

☆ پروین : یہ اصطلاح اصل میں بنیادی سہولتوں کی ترقی پر لاگو ہوتی ہے۔ جن کا انتظام مکمل طور پر محلے کی سطح پر ہوسکتا ہے۔ شہری گروپ، این جی اوز، دیہی سماجی تنظیمیں اس سطح کی ترقی کو سنبھالنے کے لئے کلی طور پر مناسب ہیں۔ اس قسم کے اقدامات کو برقرار رکھنے کے لئے تیکنیکی معلومات کی فراہمی اہم ہے۔ جس کے لئے ہم تیکنیکی تعاون فراہم کرنے والے ادارے تعمیر کرسکتے ہیں۔ مثلاً اورنگی پائلٹ پروجیکٹ یا پھر شہری گروپ، ماہرین اور عالم افراد میں کچھ اپنا وقت اور اپنی ماہرانہ رائے دے سکتے ہیں۔ لیکن اداروں کی تعمیر سب سے بہترین طریقہ ہے جس کے ذریعے مستقل اور طویل مدت کی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ عوام اور ماہرین کے درمیان بھی ایک شراکت داری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

○ فرحان : آپ کا کہنا ہے کہ ماہرین اور عالم افراد اس قسم کے منصوبوں میں تیکنیکی تعاون فراہم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ماہرین اور فعال ادارے شہری ترقی کے عمل میں اپنا کردار مناسب طریقے پر ادا کر رہے ہیں؟

☆ پروین : بدقسمتی یہ ہے کہ فنی ماہرین ہمارے شہری بحران سے نمٹنے کے لئے موثر حل پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ وہ ان مسائل کے حل کے لئے آگے نہیں آتے۔ ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ وہ ہمارے شہری ترقیاتی عمل کا پوری طرح ادراک نہیں کرسکے ہیں۔ ہمارے انجینئروں اور ماہرین تعمیرات کے خیالات شہر کی ضرورتوں سے ہم آہنگ نہیں۔ ایک عملی رسائی ناپید ہے۔ انہیں اپنے جمود کو دور کرنے اور اپنے افق کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس شہر اور ملک کی مستقبل کی ترقی میں انہیں ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔

○ فرحان : اس تناظر میں آپ این جی او سیکٹر کے کردار کا تعین کیسے کریں گی؟

☆ پروین : کمیونٹی کی بنیاد پر بننے والی تنظیموں اور گروپوں کے مقابلے میں این جی اوز کے ساتھ ہمارا تجربہ خوشگوار نہیں تھا۔ ہمیں ناامیدی ہوئی۔

○ فرحان : اورنگی پائلٹ پروجیکٹ سے دوسری این جی اوز کیا سیکھ سکتی ہیں؟

☆ پروین : او پی پی ایک ایسی تنظیم ہے جس کی نشوونما برسوں میں ہوئی ہے۔ "کوئی دوسرا آکر ہمارا کام کردے" یہ رویہ ہمیں کہیں کا نہیں رکھے گا۔ اسی وجہ سے ہم نے افراد کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے پر توجہ مرکوز کی۔ وہ نوجوان جو کل گلیوں میں گھنٹوں بے مصرف وقت گزارا کرتے تھے وہ آج ہمارے ساتھ اورنگی کی زمین کے بہتر استعمال کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں۔ ہم معاشرے کے کسی طبقے یا حصے کے خلاف تعصب نہیں رکھتے۔ یہ بہت اہم ہے کہ بات چیت و مکالمے کے لئے ایک فورم قائم ہو تاکہ خیالات کا آزادانہ بہاؤ وجود میں آسکے۔ او پی پی ترقی کے متبادل ماڈلز تیار کرنے کے لئے کام کر رہا ہے۔ جن میں زیادہ شرکت مقامی انٹرپرائز کی ہوگی۔ اب زیادہ زور مددگار رہائشی پر دیا جا رہا ہے تاکہ مقامی سیاست کے تناظر میں ان کی سوداکاری کی قوت اور مہارتوں کو بڑھایا جاسکے۔ ہم نے اپنے کاموں کی مرکزیت کو ختم کرکے انہیں پانچ مختلف حصوں مثلاً صحت و صفائی (سینی ٹیشن) صحت، تعلیم، رہائش اور چھوٹے قرضہ جات میں تقسیم کردیا ہے۔

○ فرحان : آپ کی چھوٹے قرضوں کی اسکیم نے لوگوں کو معاشی طور پر آزاد کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح انہیں اپنی زندگی پر اختیار حاصل ہوا۔ ہم باہمی تعاون کو غربت کے خاتمے کے لئے کس طرح استعمال کرسکتے ہیں؟

☆ پروین : اس نظام کو پھیلانے میں بینک بہت زیادہ کام کرسکتے ہیں۔ لیکن ہمارے بینک چھوٹے قرضوں سے نمٹنے کی تربیت نہیں رکھتے۔ وہ ایک شخص کو ایک لاکھ قرض دے سکتے ہیں۔ لیکن اتنی رقم دس لوگوں میں تقسیم کرنا ان کے لئے مشکل ہوگا۔

○ فرحان : نج کاری کو ہمارے مسئلے کا حل سمجھا جارہا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

☆ پروین : نج کاری صرف اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب بنیادی حقیقتوں کا ادراک کرلیا جائے۔ ہماری بنیادی سہولتوں کا ڈھانچہ ہی مناسب طریقے سے دستاویزی شکل میں نہیں ہے بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ نظام کے ایک بڑے حصے کا انتظام شہریوں اور منظم نجی شعبے کے پاس پہلے سے ہے۔ اس کی تو پہلے ہی سے نج کاری ہوچکی ہے۔ چاہے یہ ٹرانسپورٹ ہو۔ کوڑے کرکٹ کا انتظام ہو یا واٹر اور سیوریج ہو۔ غیررسمی شعبہ کا یہاں بڑا کردار ہے۔ ہمیں ان کے کردار کو ماننا پڑے گا اور مناسب طریقے پر نظام کی دستاویز بنانی ہوگی۔ ورنہ نج کاری کا کوئی منصوبہ یا بڑا ترقیاتی قدم کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلدیہ ایک کلاسیکی مثال ہے ہم یہاں او پی پی میں بڑی دردسری کے ساتھ اپنی بنیادی سہولتوں کی ترقی کے مختلف شعبوں کی دستاویز تیار کر رہے ہیں۔ شاید نتائج بہت سے لوگوں کو حیران کردیں۔

○ فرحان : کیا اب وقت نہیں آگیا ہے کہ کراچی کے لئے متحرک ماسٹرپلان ہو؟

☆ پروین : اس سلسلے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ کراچی کے لئے ایک ماسٹرپلان کو تیار کرنے کی فوری ضرورت ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں ایک ماسٹرپلان صرف اسی وقت کام کرسکتا ہے جب وہ بنیادی حقیقتوں کے مطابق ہو۔ ہمیں پہلے موجودہ صورتحال کو دستاویز میں لانے اور معاشرے کے مختلف شعبوں کے کردار کو تسلیم کرنے کی اولین ضرورت ہے۔ □

غیر سرکاری ادارے

سلیقہ انور

بچے کو علم دینا بک گروپ کا عزم

یہ کسی اور دنیا میں پہنچ جانے کے مترادف تھا۔ بچپن کی دنیا' کتابوں' رنگوں اور تصویروں سے بھرپور دنیا' تخیل و تصورات اور حقیقتوں کی دنیا' بک گروپ کی ڈائریکٹر رومانہ حسین صاحبہ سے باتیں کرتے ہوئے مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

انہوں نے ۱۹۸۸ء میں سینٹر آف ایڈوانسڈ اسٹڈیز اسکول (CAS) کے پرنسپل جناب سمیع مصطفیٰ کے ساتھ مل کر بک گروپ تشکیل دیا۔ سمیع مصطفیٰ اس کے چیئرپرسن تھے۔

دو پرعزم افراد نے بک گروپ کا آغاز کیا۔ دونوں کا تعلق سی اے ایس سے تھا۔ یہ کراچی کا ایک پرائیویٹ ادارہ ہے۔ ان کا مقصد بچوں کے لئے اردو میں معیاری کتب کی اشاعت تھی۔ ان دونوں کا خیال تھا کہ سیمیناروں میں شرکت کرکے یہ رونا کہ اردو میں دستیاب کتابیں ناکافی اور غیرمعیاری ہیں۔ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ دونوں نے اپنے خیال کے مطابق ایک معیاری کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ سمیع مصطفیٰ نے "حسن کی گلی" کی کہانی لکھی اور رومانہ حسین نے اس کی تصاویر بنائیں۔ یہ ۱۹۸۸ء کا قصہ ہے۔ اس کے بعد سے انہوں نے پیچھے نہیں دیکھا۔ "حسن کی گلی" کا اب پانچواں ایڈیشن آچکا ہے۔ اس کی ۶۹۰۰۰ سے زیادہ کاپیاں اسکولوں میں زیراستعمال ہیں۔

بک گروپ پاکستان میں ایک کامیاب کہانی کی نمائندگی کرتا ہے۔ بچوں کے لئے معیاری اردو ادب کے میدان میں یہ ایک عظیم کوشش ہے۔

بک گروپ کی ٹیم کے ارکان

مارکیٹ میں دستیاب دیگر کتابوں سے بک گروپ کی کتابیں کس طرح مختلف ہیں؟

اس سوال کے جواب میں رومانہ نے کہا ان کتابوں کا سب سے اہم پہلو تو ان کا مواد ہے موضوع کو لگے بندھے طریقے سے پیش نہیں کیا گیا۔ ان کتابوں میں پیش کی جانے والی کہانیاں سادہ اور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان دلچسپ موضوعات اور چیزوں کے بارے میں ہیں جن کا تجربہ بچوں کو ہوتا رہتا ہے انہیں خوبصورت تصاویر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اس لئے بچوں نے اسے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ قبول کیا ہے۔

بدقسمتی سے ہماری موجودہ درسی کتابوں میں بغیر سوچے سمجھے زبانی حفظ کرنے والا مواد ڈال دیا جاتا ہے جو بچوں کی قوت تخلیق کو محدود کرتا ہے۔ بک گروپ اس طریقہ کار کو بدلنے کے لئے پوری طرح کوشاں ہے۔

بک گروپ کی بیشتر کتابوں کے ساتھ ٹیچرز گائیڈ موجود ہے۔ جس سے استاد کو مرحلہ وار گائیڈ لائن ملتی ہے۔ اس میں ذخیرہ الفاظ اور تصور کو ترقی دینا' خیالات کو واضح طریقے پر پیش کرنا اور اعتماد کی تعمیر کرنا بھی شامل ہے۔

میں نے فروبیل ایجوکیشن سینٹر کراچی کی ایک استاد مسز مہرخان سے بات کی جو پریپ I اور پریپ II کو پڑھاتی ہیں۔ ان کی فراہم کردہ معلومات خاصی مثبت تھیں۔

ان کا کہنا ہے کہ وہ جب بھی بک گروپ کی لکھی ہوئی کوئی کہانی پڑھتی ہیں تو کلاس کی شرکت داری سو فیصد تک بڑھ جاتی ہے۔ بچے کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ ان کی سوچ کی سطح بہتر ہوتی ہے اور ان کا ردعمل کتاب کے مواد سے میل کھاتا ہے۔ ٹیچرز گائیڈ ٹیچر کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں مزید مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اپنی کتابوں کی تیاری میں وہ کس قسم کی تحقیق کرتے ہیں۔ اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ایک ایک لفظ معتبر ہونے کے بارے میں بک گروپ کے ارکان خوب چھان پھٹک کرتے ہیں۔ بعض اوقات بحث و مباحثہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن فیصلہ ہمیشہ باہمی اتفاق رائے سے ہوتا ہے۔ مثلاً آنے والی ایک کتاب "پاکستان کی سیر" کو روکا گیا کیونکہ اس کے مواد اور لے آؤٹ میں آخری وقت میں تبدیلیاں لانی پڑیں۔ یہ کتاب بچوں کو پورے ملک کی سیر کرائے گی۔ مجھے ایک خوبصورت سی کتاب دکھائی گئی لیکن رومانہ نے ایک جملے کی نشاندہی کی' جملہ تھا "سندھی اور بلوچی عورتیں" اب بلوچی وہ لفظ ہے جو بلوچ افراد اپنی زبان کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ان کی عورتوں کا تعارف کرانے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ کتاب کو دوبارہ اشاعت کے لئے بھیج دیا گیا۔ اس قسم کی کاملیت قابل تعریف ہے۔

بک گروپ دیہاتوں اور گاؤں کے بارے میں لکھنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اس کے لئے بک گروپ کے اراکین سچا ڈینو گوٹھ گئے۔ وہاں کے مکینوں سے بات کی اور تصویریں کھینچیں تاکہ وہ خود ایک سندھی گاؤں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں۔ اسی طرح وہ تھر کے

ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ موجودہ نظام میں، اسی اسٹاف کے ساتھ بہتری لائی جاسکتی ہے، اصل مسئلہ نااہلی نہیں بلکہ بہتر انتظام، ذمہ داری اور محاسبہ ہے

بارے میں ایک کہانی لکھنا چاہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے بڑے شہروں کے بارے میں ایک سیریز لکھنے کا بھی منصوبہ بنا رہے ہیں۔

بک گروپ نے ایک گرلز اسکول کو بھی اپنایا ہے جس کا مقصد تعلیم میں بہتری پیدا کرنا ہے۔ پراعتماد رومانہ نے بتایا "تین برس قبل ہم نے جونیئر ماڈل گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول فریئر ٹاؤن کو اپنایا تھا۔ سندھ کی حکومت کے ایک نوٹیفکیشن کے تحت یہ اسکول ایک عارضی منتقلی تھی۔ جہاں ۶۵۰ لڑکیاں زیر تعلیم تھیں۔ ہم نے صرف ایک جزوقتی کوآرڈی نیٹر کو ملازم رکھا تاکہ یہ اندازہ لگاسکیں کہ مثبت تبدیلی کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں۔ ہم یہ دکھانا چاہتے تھے کہ موجودہ نظام میں اسی اسٹاف کے ساتھ بہتری لائی جاسکتی ہے۔ اصل مسئلہ نااہلی نہیں بلکہ بہتر انتظام ذمہ داری اور محاسبہ کی ضرورت ہے۔

بک گروپ کی سہ ماہی رپورٹ (جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء) کے مطابق جانچ پڑتال کے نتائج اطمینان بخش تھے۔ طالبات میں بہتری کے نشان نظر آئے۔ پڑھنے و سیکھنے میں ان کی دلچسپی اور اعتماد کو ان کے پیش کردہ کام میں دیکھا جاسکتا ہے۔ بک گروپ کی تقریباً" سبھی کتابوں کو نجی پاکستانی اداروں نے اسپانسر کیا ہے یا پھر ملٹی نیشنل اسپانسر ہیں۔ کچھ اسپانسر اگرو کیمیکل لمیٹڈ، فیوجی فلم، پاک لمیٹڈ، حب لیدر پروڈکٹس، دی جرمن اسپیکنگ ویمنز کلب، احسان اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، بدین کشن جوائنٹ ونچر، اے بی این امرو بینک، نیوزی لینڈ ہائی کمیشن، سیڈا، جنرل ٹائرز اینڈ ربر، یو این ڈی پی، آسٹریلین ہائی کمیشن وغیرہ ہیں۔ مختلف اداروں اور افراد کی جانب سے ملنے والا مسلسل تعاون اور مدد بک گروپ کے لئے حوصلہ بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ جس کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہوگی۔

بک گروپ کی کتابوں کے واحد تقسیم کار "پیرا ماؤنٹ بکس" ہیں۔ زیادہ تر کتابوں کی قیمت بیس روپے ہے۔ لیکن کم آمدنی والے علاقوں میں کام کرنے والے اسکولوں کے لئے کتابوں کی قیمت کم کردی جاتی ہے۔ ہر اسکول کی مالی قابلیت کے مطابق کتابوں کی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ مستقبل کا پروگرام کیا ہے؟ بی جی بچوں کے لئے معیاری کتابیں لکھنے کا سلسلہ جاری رکھے گا۔

بک گروپ نے اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ایک پائیلٹ پروجیکٹ کا آغاز کیا تھا وہ نصابی ترقی اور اساتذہ کی تربیت جیسے مسائل کو حل کرنے کی بھی کوشش کررہا تھا۔ اس وقت کام بڑھ گیا اور اس میں کئی مختلف پہلو بھی پیدا ہوئے۔ متبادل کتابیں لکھی گئیں۔ جنہیں اسکولوں کی ایک بڑی تعداد نے قبول کیا ہے۔

بک گروپ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے کام کو تعلیمی تحقیق اور ترقیاتی فاؤنڈیشن کے مرکز میں بدل دے گا۔ ای آر ڈی ایف ایک اسکول اور بک گروپ پر مشتمل ہوگا۔ پیکجز لمیٹڈ کے چیئرمین سید بابر علی ای آر ڈی ایف کا پیٹرن بننے کے لئے رضامند ہوگئے ہیں۔ اس کے دیگر آٹھ رکن جناب شوکت مرزا، جناب عاطف اے باجوہ، جناب جہانگیر صدیقی، زہرہ یوسف صاحبہ، جناب رشید جان محمد، جناب محمود وائی منڈوی والا، جناب فرخ شیخ اور جناب سمیع مصطفیٰ ہیں۔

قومی تعلیمی پالیسی کا جہاں تک تعلق کابینہ کی سب کمیٹی نے ماہرین کی ایک

باقی صفحہ ۲۲ پر

تحقیقی ادارہ

سید غضنفر علی

سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام

زراعت ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان دنیا کے ان چند خوش قسمت ممالک میں شامل ہے جو اپنی بیشتر غذائی ضروریات خود پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن کیا مستقبل میں ہم اپنی زائی ضروریات کو پورا کرسکیں گے؟ اس رے میں کئی وجوہات کی بناء پر شکوک ، بہات پیدا ہو رہے ہیں۔ سیم و تھور' پانی کی آلودگی' پودوں اور کیڑے مار دواؤں کا غیردانشمندانہ استعمال' فرسودہ اور غیرمناسب طریقہ کاشتکاری وغیرہ وہ چند بڑی وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہماری فی ایکڑ پیداواری قوت کم ہو رہی ہے۔

کچھ مسائل کا سامنا ہمارے کاشتکاروں سمیت دنیا بھر کے کاشتکاروں کو بھی ہے۔ ان مسائل کو ہم زراعت کے شعبے میں علمی اور تحقیقاتی عمل کے ذریعے حل کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اسی سوچ پر عمل کرکے بیشتر ممالک نے اپنی معیشت کو سنبھالا دیا اور زرعی شعبے کو ترقی دی۔ ہم اپنی زرعی حکمت عملی کو موثر طریقے پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں اس کے باوجود ہم نے زراعت کے شعبے میں قابل تعریف ترقی کی ہے۔

سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام وہ ادارہ ہے جو اس میدان میں کام کر رہا ہے۔ سندھ عظیم دریائے سندھ کی سرزمین ہے۔ یہاں بیشتر افراد کا تعلق او روزگار زراعت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ جڑا ہوا ہے۔

سکھر بیراج کی تعمیر ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ اس سے پہلے جدید طریقہ کاشتکاری اور زرعی قرضوں کے حصول پر عمل درآمد ناپید تھا۔ سکھر بیراج کی تعمیر کے بعد یہ ضروری ہوگیا کہ لوگوں کو زراعت سے متعلق جدید طریقوں' تیکنیک اور جدید معلومات فراہم کی جائیں تاکہ زرعی پیداوار کو بڑھایا جاسکے۔

منصوبہ بندی کرنے والے ماہرین کی کوششیں اس وقت ثمرآور ثابت ہوئیں جب انہوں نے ۱۹۳۹ء میں شاہ جارج پنجم کے نام سے سکرنڈ' ضلع نواب شاہ کے مقام پر ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جو ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ تھا۔ یہ ادارہ ۵۴-۱۹۵۴ء میں موجودہ مقام پر منتقل کردیا گیا اور اس کو سندھ ایگریکلچر کالج' ٹنڈوجام کا نام دیا گیا۔

ترقی کے اس میدان میں مزید اعلیٰ و جدید تحقیق کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے زرعی کالج کا درجہ بڑھایا گیا اور سندھ یونیورسٹی جام شورو میں ۱۹۷۰ء میں ایک اضافی کیمپس قیام عمل میں آیا۔ آخر کار ۱۹۷۷ء میں سندھ زرعی یونیورسٹی ایکٹ کے تحت سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام کو ایک مکمل یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔

اس وقت یہ یونیورسٹی مختلف علم شعبوں مثلاً کلیہ پیداواری فصل' کلیہ تحفظ فصل' فیکلٹی آف زرعی اور معاشرتی علو فیکلٹی آف زرعی انجینئرنگ شعبہ برائے مویشیوں کی پیداوار اور علاج اور ڈائریکٹریٹ برائے اعلیٰ تعلیم و تحقیق پر مشتمل ہے۔

> زرعی مسائل کو علمی اور تحقیقاتی عمل کے ذریعے حل کرنا ممکن ہے' اسی طرح بیشتر ممالک نے اپنی معیشت کو سنبھالا دیا اور زرعی شعبے کو ترقی دی' ہم اپنی زرعی حکمت عملی کو موثر طریقے سے نافذ کرنے کے لئے ناکام رہے ہیں

یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں گریجویٹ ڈگری پروگرام' پوسٹ گریجویٹ ڈگری پروگرام (ایم ایس سی) ایم فل اور پی ایچ ڈی ڈگری پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مناسب تعداد میں مختصر کورسز اور تربیتی پروگرامز بھی باقاعدگی سے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ زرعی افسروں اور معاونین' بینک افسران' زرعی ٹیکنیشن' ترقی پسند کاشتکار' چھوٹے کاشتکار' ہاری اور گھریلو خواتین کی تعلیمی و ملازمتی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔

طلباء کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ عملی اور اطلاقی تعلیم میں دلچسپی لیں۔ یونیورسٹی میں موجود جدید لیبارٹریز اور لائبریریاں تحقیقی سہولتیں فراہم کرتی ہیں۔ لیکن اس کے مارٹی کلچرل باغات' نباتاتی باغات' اسٹوڈنٹس فارمز' مویشیوں کا تجرباتی اسٹیشن' مرغیوں کے فارم' حیوانات کا اسپتال' انجینئرنگ ورکشاپ بھی زرعی طلباء کو عملی تربیت فراہم کرنے کے لئے موجود ہیں۔ فصلوں اور چارے کی پیداوار کے لئے یونیورسٹی کے پاس ۷۵۰ ایکٹر زمین بھی ہے۔

یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد طالب علموں کی مسلسل کارکردگی کے ذریعے کاشتکار برادری کو زرعی مہارت ہنرمند اور ٹیکنالوجی کی برق رفتار منتقلی

باقی صفحہ ۲۱ پر

سندھ میں زرعی شعبے کو درپیش مسائل کے بارے میں ماہرین کیا کہتے ہیں

کاشتکاری کے لئے استعمال ہونے والا یہ آلودہ پانی

پروفیسر محمد معین خان چیئرمین شعبہ علم الحشرات یہ محسوس کرتے ہیں کہ دریائے سندھ کے پانی کا معیار گر رہا ہے اور سندھ میں زرعی زمینوں کی ابتر حالت میں اس غیر معیاری پانی کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ دریائے سندھ سمندر میں گرنے سے پہلے اپنے ساتھ دریائے کابل، ستلج، بیاس اور راوی کا پانی بھی لے کر آتا ہے۔ جن میں ٹینری اور ٹیکسٹائل فیکٹریوں کا نقصان دہ فضلہ بھی شامل ہے۔ آلودگی کا دوسرا بڑا عنصر زرعی زمینوں کے اوپر سے آنے والا پانی ہے جس میں نقصان دہ پودوں اور کیڑے مار دواؤں کی آمیزش ہوتی ہے۔ شہری علاقوں اور آر بی او ڈی اور ایل بی او ڈی کے منصوبوں کا کوڑا کرکٹ اور فضلہ بھی اپنے برے اثرات ظاہر کر رہا ہے۔ دریائے سندھ کے پانی کے معیار کو جانچنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ آلودگی پیدا کرنے والے دیگر عناصر و عوامل کی نشاندہی بھی ضروری ہے اور دریا کے پانی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے ضروری اقدامات کا اٹھایا جانا بھی بہت ضروری ہے۔

ہماری فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کی ضرورت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار شاہ طلباء کے امور کے ڈائریکٹر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ہم اچھی فصلیں چاہتے ہیں تو زمین کی مناسب تیاری، بیجوں کا درست انتخاب و استعمال، فرٹیلائزر اور کیڑے مار دوائیں بہت ضروری ہیں۔ ڈاکٹر جبار یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر کھڑی فصلوں کو کیڑے مکوڑوں اور بیماریوں سے نہ بچایا جائے اور فصل کی صحیح وقت پر بوائی کٹائی نہ ہو تو فی ایکڑ پیداوار کم ہوتی ہے انہوں نے فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے بیجوں کی مقامی اقسام اور غیر ملکی بیجوں کی اقسام کی آمیزش سے فصلوں کو تیار کرنا سود مند ثابت ہوگا اگر یہ عمل مناسب تحقیق و احتیاط کے ساتھ روبہ عمل لایا جائے تو اگلے دس بارہ برسوں میں مثبت نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اس طرح ایک نئی اچھی اور اعلیٰ پیداوار حاصل ہوگی۔

چھوٹے کاشتکاروں کے مسائل

پروفیسر ڈاکٹر محمد خان لوہار شعبہ علم الحشرات سے منسلک ہیں۔ انہوں نے چھوٹے کاشتکاروں کا ایک بڑا مسئلہ فصلوں پر بوائی اور کٹائی کے وقت کیڑے مار دوائیوں کے اسپرے کے مضر صحت اثرات کو قرار دیا۔ پروفیسر لوہار کے مطابق بہت سے نوجوان زرعی کارکن کیڑے مار دوائیوں کا استعمال کرتے وقت اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ وہ کیڑے مار دوائیوں کے درست طریقہ استعمال کے بارے میں مناسب علم نہیں رکھتے تھے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ کیڑے مار دوائیاں بنانے والی کمپنیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ یہ مسئلہ حل کریں۔ انہیں تعلقہ کی سطح پر صحت کے مراکز قائم کرنے چاہئیں جو خصوصی طور پر اس ضرورت سے لیس ہوں۔ انہیں گشتی صحت کی ٹیمیں بھیجنی چاہئیں اور کیمیکل کے صحیح استعمال کے بارے میں کاشتکاروں کو علم مہیا کرنا چاہئے۔ کاشتکاروں کی صحت کی جانچ پڑتال باقاعدگی سے ہونی چاہئے۔ ان کی زندگی کا بیمہ پی اے پی اور گورنمنٹ کی طرف سے ہونا چاہئے اور اگر کیڑے مار دوائیوں کی وجہ سے کسی کسان کی موت واقع ہوتی ہے تو ان کمپنیوں پر بھاری جرمانہ عائد کرنا چاہئے۔

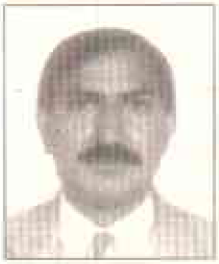

جدید زرعی ٹیکنیکس کا تعارف

شمشاد حسین سیبیو شعبہ زرعی تعلیم میں لیکچرار ہیں۔ وہ زرعی شعبے کو زیادہ سے زیادہ پیداواری بنانے کے لئے انقلابی ٹیکنالوجی کو متعارف کرانے پر زور دیتے ہیں۔ مثلاً زمین کی سطح کو ہموار بنانے کے لئے لیزر ٹیکنالوجی اور زمین کے تحفظ کے لئے جدید طریقے اور زمین کی بار آوری کا تحفظ یہ سب عوامل زرعی شعبے کو مزید ثمر آور بنا دیں گے۔ وہ چھوٹے کاشتکاروں کے حالات کار کو بہتر بنانے پر بھی زور دیتے ہیں۔

باقی صفحہ ۲۳ پر

سوشل ڈیموکریٹک موومنٹ

کا ایجنڈا غیر انتخابی مگر سیاسی ہے

اس بات پر طویل عرصے سے بحث چل رہی ہے کہ ہمارا سیاسی نظام اسی وقت بہتر ہو سکتا ہے جب تک ماہرین علم' سماجی کارکن' ٹیکنوکریٹس اور عام شہری آگے بڑھ کر سیاسی اصلاحات کے لئے سرگرم عمل نہیں ہوں گے۔ حال ہی میں سوشل ڈیموکریٹ موومنٹ (ایس ڈی ایم) کے نام سے ایک تحریک شروع ہوئی ہے جس میں ایسے ہی افراد شامل ہیں اس کا ایجنڈا غیرانتخابی لیکن ضروری طور پر سیاسی ہے۔ اس کے مرکزی کوآرڈی نیٹر جناب ڈاکٹر قیصر بنگالی ہیں۔

ایس ڈی ایم کے کارکن کا خیال ہے کہ ملک کے اپنے قیام سے اب تک گزشتہ پچاس برسوں میں اگرچہ کہ سماجی' معاشی اور سیاسی محاذوں پر نمایاں ترقی کی ہے لیکن وہ قومی صلاحیتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ کم تر ہے۔ اس کی وجہ ناقص انتظامی اور اقتصادی حکمرانی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کامیابی و ترقی مختلف آمدنی والے گروہوں میں غیرمنصفانہ طور پر منقسم ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ناانصافی اور بداعتمادی کا ماحول پیدا ہوگیا ہے۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یہ صورتحال ناقص طریقہ حکمرانی اور غیرجمہوری اقدامات کے باعث پیدا ہوئی۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کے ذرائع لامحدود ہیں اس کے باوجود اسے غربت' بنیادی سہولتوں کے فقدان' قدرتی ذرائع کے انحطاط اور بے روزگاری جیسے بڑے مسائل کا سامنا ہے۔

عوام کو مرکزیت دینے والی سیاست کو متبادل کے طور پر آگے لایا گیا ہے تاکہ ہمارے موجودہ سیاسی نظام کی خرابیوں کو دور کیا جاسکے۔ ایس ڈی ایم کا سیاسی اصلاحات کے لئے ۵ نکاتی چارٹر ہے۔

آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کرنے' بے روزگاری اور غربت کے خاتمے' بنیادی خدمات کی فراہمی کو یقینی بنانے اور مستقل معاشی نشو و نما کے لئے ایس ڈی ایم اصلاحات کے لئے مندرجہ دو معاشی شعبوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

زرعی اصلاحات

ایسے نئے اداروں کو متعارف کرانا جو زمین اور پانی کے ذرائع کے مستقل استعمال کو یقینی بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور زرعی نشوونما کے فائدوں کی مساویانہ تقسیم کو ممکن بنانا۔ کیونکہ یہ عوامل وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ یہ موجودہ ظالمانہ جاگیردارانہ نظام کی جگہ لیں گے۔

> ایس ڈی ایم مقامی سطح پر کام کرنے والے عدالتی نظام کو مضبوط بنانے کا اعلان کرتا ہے ماتحت عدالتی نظام کو مکمل طورپر دوبارہ تشکیل ہونی چاہئے

مالی اصلاحات

ایس ڈی ایم نے نشاندہی کی ہے کہ امراء پر لگائے جانے والے براہ راست ٹیکس کل ٹیکسوں کی آمدنی کا چھوٹا سا حصہ یعنی ۱۵ فیصد ہے۔ جبکہ ٹیکسوں کی آمدنی کا ۵۵ فیصد بالواسطہ ٹیکسوں سے یعنی غریب کی جیب سے حاصل کیا جاتا ہے۔ مالی ڈھانچہ بھی اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ معیشت کی پیداواری صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کرنے میں ناکام رہا ہے۔ جبکہ دفاع' انتظامی اور غیرترقیاتی اخراجات کو سہارا دیا گیا ہے۔

ایس ڈی ایم نے اصلاح کے لئے دو اہم اقدامات کے اٹھانے پر زور دیا ہے۔

- سرمایہ کاری/پیداوار پر ٹیکس لگانے کی بجائے دولت' آمدنی اور پرتعیش اشیائے صرف پر ٹیکس لگایا جائے۔
- معیار زندگی میں بہتری لانے والی بنیادی سہولتوں اور خدمات کو برقرار رکھنے یا بہم پہنچانے پر سرکاری اخراجات ہوں۔

ریاست کی مرکزیت کو ختم کرنا

بلدیات کو آئینی طورپر حکومت کا بنیادی یونٹ مانا جائے اور اختیارات کی موثر تقسیم ہو۔ اس حقیقت کو یقینی بنانے کے لئے ایس ڈی ایم نے متعدد آئینی ترمیمات کی تجویز پیش کی ہے جس میں موجودہ قانون سازی کی فہرست کا خاتمہ

قبائلی علاقوں پر سے وفاق کے کنٹرول کا خاتمہ اور بلدیاتی حکومت کا قیام شامل ہے۔ ایس ڈی ایم کا کہنا ہے کہ اختیارات میں کمی سے وفاقی' صوبائی اور بلدیاتی اداروں کے درمیان تعاون کا موثر نیٹ ورک تخلیق ہوگا جو مطلوبہ نتائج فراہم کرنے کی صلاحیت کا حامل ہوگا۔

بلدیاتی اداروں کے ڈھانچے کو پھر سے انتظامی' معاشی اور تیکنیکی حیثیتوں میں مناسب تقویت دینی پڑے گی۔ اس کے کام کی نگرانی مقامی عدلیہ کر سکتی ہے۔

عدلیہ کو مضبوط بنانا

ایس ڈی ایم مقامی سطح پر کام کرنے والے عدالتی نظام کو مضبوط بنانے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ عدالتوں میں ججوں کی تقرری سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس عمل کو شفاف و غیر جانبدار بنانے کے لئے ایس ڈی ایم مختلف اقدامات کی نشاندہی کرتی ہے۔ ماتحت عدالتی نظام کی مکمل طور پر دوبارہ تشکیل ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ڈسٹرکٹ اور سیشن عدالتوں کو آئینی حیثیت دی جائے گی اور ان کے کردار اور کام کرنے کی گنجائش و صلاحیت کو مناسب طور پر مضبوط کیا جائے گا۔

ایس ڈی ایم یہ محسوس کرتی ہے کہ عدالتی نظام میں اصلاح کے ساتھ ساتھ پولیس' تحقیقات اور مقدمے کی قانونی کاروائی کے عمل میں بھی اصلاحات لانی چاہئیں۔ جرائم کا تحقیقاتی نظام مقدمات کو عدالتوں میں پیش کرنے سے پہلے پولیس کو سازباز کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح کرمنل پروسیجر کوڈ کی دفعہ ۵۴ پولیس کو وسیع اختیارات تفویض کرتی ہے۔ دفعہ ۱۶۹ پولیس کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہے عدالت میں کیس دائر کرے یا واپس لے لے۔

پارلیمانی جمہوریت کو مضبوط بنانا

ایس ڈی ایم یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ مختلف طرز حکومت کے فوائد اور نقصانات پر بحث و مباحثہ کرتے وقت بحث کا مرکز صدر اور وزیراعظم کو دیئے گئے اختیارات کے درمیان توازن ہوتا ہے۔ جبکہ اصل مسئلہ پارلیمنٹ اور وزیراعظم کے درمیان اختیارات کے درست توازن کا ہے۔

ہمارے ملک میں قانون سازی کرنے والے اراکین انتظامی اعمال پر بہت معمولی کنٹرول رکھتے ہیں۔ قانون سازی کرنے والے اراکین کے پاس کئے ہوئے بجٹ تک میں انتظامیہ اپنی مرضی سے حتمی بجٹ اور ایس آر اوز کے ذریعے ترمیم لے آتی ہے۔ احکامات کا نفاذ کرنے والے حکومتی شعبے کو وسیع صوابدیدی اختیارات حاصل ہیں چنانچہ منتخب ہو کر آنے والی حکومتیں اصل میں منتخب ڈکٹیٹر شپس ہوتی ہے۔

ہمارے "جمہوری" نظام کے اس تشویشناک نقص کو دور کرنے کے لئے ایس ڈی ایم شدید قسم کے اقدامات اٹھائے جانے پر زور دیتی ہے۔ مثلاً آٹھویں ترمیم کا مکمل خاتمہ' سینٹ کے لئے براہ راست انتخابات' جداگانہ انتخابات کا خاتمہ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں میں نشستوں کی تعداد دگنی کرنا وغیرہ۔

ایس ڈی ایم یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کے لئے ۳۳ فیصد نشستیں مخصوص کی جائیں۔ بہت سے اہم قومی مسائل پر پارلیمنٹ کی بالادستی تسلیم کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔

احتساب اور شفاف پن کو یقینی بنانا

بدعنوانی ہمارے معاشرے میں بری طرح رچ بس چکی ہے۔ اس کے پھیلنے کے دو بڑے عوامل بتائے جاتے ہیں۔ پہلی وجہ تو آمدنی و دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ہے اور دوسری وجہ غیر اخلاقی و غیر قانونی ذرائع کی دستیابی ہے جن کی مدد سے دولت اکٹھا کی جاتی ہے۔

باقی صفحہ ۲۲ پر

شہری فوٹو البم

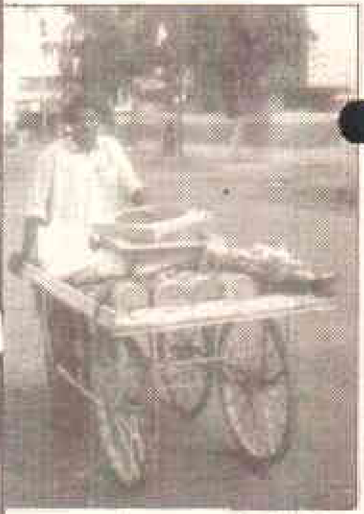

ایک شخص کی روزی دوسرے کی روزی

"کھوکھا" لب سڑک ریسٹوران

بے گھر شخص کی آرام گاہ

درختوں کی دیکھ بھال کریں

لوک ستہ

بھارت کے نظام حکومت میں تبدیلی لانے کی تحریک

بھارت کے انتظامی اور سیاسی نظام میں بے شمار مسائل کے باعث بگاڑ آچکا ہے ہم بھی کچھ ایسے ہی مسائل سے دوچار ہیں- اپنے نظام کے اندر رہتے ہوئے مثبت تبدیلیاں لانے کے لئے سرگرم عمل شہریوں کو "لوک ستہ تحریک" سے رہنمائی مل سکتی ہے- اس تحریک کا آغاز حال ہی میں بھارت میں ہوا ہے- اس کے واضح مقاصد ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے لئے وقت بھی متعین ہے چنانچہ وہ ۲۰۰۰ء میں قومی استصواب رائے (نیشنل ریفرنڈم) کے لئے عوام کو متحرک کرنے میں مصروف ہے-

انجمن برائے جمہوری اصلاحات (فاؤنڈیشن فار ڈیموکریٹک ریفارمز) ایک بلامنافع کام کرنے والی رضاکار تنظیم ہے۔ جو بھارت کے طریقہ حکومت کے ڈھانچے میں جامع اصلاحات کے لئے تندہی سے کام کر رہی ہے۔ اس کا بنیادی و بڑا مقصد عوام میں نچلی سطح پر ادراک و علم و شعور پیدا کرنا دلچسپی لینے والے اداروں و افراد کے ساتھ مل کر کام کرنا پسندیدہ اصلاحات پر قومی ہم آہنگی و موافقت کو فروغ دینا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے فاؤنڈیشن نے لوک ستہ (عوامی طاقت) تحریک پیش کی۔ لوک ستہ کو سوسائٹی کی حیثیت سے رجسٹرڈ کرایا گیا ہے۔ یہ ایک رضاکار اور غیرجانبدار تحریک ہے جو بلامنافع جمہوری اصلاحات کے لئے کام کر رہی ہے۔ لوک ستہ بھارت کی ایسی دیگر رضاکار تنظیموں سے چار لحاظ سے مختلف ہے۔

متعین ومحتاط مقاصد

بھارت کے نظام حکومت میں ایک نئی روح پھونکنے کے لئے تحریک کے مقاصد قطعی شفاف' قابل تصدیق اور متعین ہیں۔ لوک ستہ ایسی خصوصی اور قابل نفاذ اصلاحات کی وکالت کرتی ہے جو طرز حکومت کا حقیقی جمہوری ڈھانچہ تخلیق کریں گی اور بدلے میں مطلوبہ نتائج حاصل کریں گی۔ حقیقی جمہوریت کے پانچ اہم اجزاء مثلاً آزادی' خود فرمانروائی' معاشی آزادی' قانون کی حکمرانی اور خود نادہی و اصلاحی اداروں کی بنیاد ہیں۔ بھارتی جمہوریت میں آزادی کے سوا دیگر چار کی کارکردگی کو جانچا جائے تو ان میں بہت زیادہ خرابی نظر آتی ہے۔ ناقص انتخابی عمل محض نام کے فرق سے محدود انتخابی چناؤ۔ نابلد عوام کے لئے عالمانہ خطابات سیاسی جماعتوں کا مطلق العنان کا انداز اور جماعتوں میں بڑھتے ہوئے مجرمانہ انداز فکر نے ہماری خود فرمانروائی کو مذاق بنادیا ہے۔

انتہائی درجے کی مرکزیت' نااہل' سست اور بدعنوان خدمات' ناامیدی اور مجبوری و بے کسی نے عوام کو خودمختاری کی بامعنی سطح تک پہنچنے کے راستے مسدود کردیئے ہیں۔ جاگیردارانہ انتظامی ڈھانچے۔ نظام حکومت میں لوگوں کی شرکت کا نہ ہونا' سست عدالتی نظام اور ناقص جانچ و پڑتال نے قانون کی حاکمیت کو تقریباً" ختم ہی کردیا ہے۔ نتیجے میں حکومتی اداروں میں اپنی اصلاح کی صلاحیت کا فقدان ہوگیا۔ اس گمبھیر صورتحال میں لوک ستہ قومی مقاصد کی حیثیت سے مندرجہ جمہوری اصلاحات کی وکالت کرتی ہے

اصلاحی مقاصد

- ○ سیاسی جماعتوں کو اپنے اراکین اور عوام کے سامنے جوابدہ بنانا۔
- ○ مناسب جانچ پڑتال اور اصلاح کے ساتھ مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کی تمام سطحوں پر علیحدگی کو یقینی بنانا۔
- ○ انتخابی اصلاحات کی وکالت کرنا۔
- ○ وفاق' ریاست اور بلدیاتی اداروں کے درمیان ذمہ داریوں اور تقسیم فرائض کو یقینی بنانا۔
- ○ فرمانروائی کی مرکزیت کے موثر خاتمے' بلدیات کی آزادی اور مناسب سطحوں پر جمہوری فرمانروائی کو یقینی بنانا۔
- ○ نوکرشاہی طبقے کو حقیقی معنوں میں جوابدہ' فعال اور اثرپذیر بنانا۔
- ○ عوام کو تیزرفتار' قابل استطاعت' قابل حصول اور اثرآفریں انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا۔
- ○ قومی سلامتی یا قانون کے نفاذ میں کسی تعصب کے بغیر ریاست کے تمام معاملات میں شہریوں کے حق علم کو یقینی بنانا۔
- ○ جرائم کی تحقیقات اور عدالتی کارروائی کو جانبدارانہ اثراندازی اور سیاسی خواہشات کی تکمیل سے علیحدگی کو یقینی بنانا۔
- ○ سرکاری محکموں میں موجود

بدعنوانیوں و رشوت ستانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ایک آزاد اور موثر طریقہ کار کی تخلیق کو یقینی بنانا۔

○ آئینی اہلکاروں کی تعیناتی کے لئے ایک آزاد طریقہ کار کے قیام کو یقینی بنانا۔

یہ تمام قابل تعین مقاصد اور ان کا مکمل نفاذ جمہوری نظام حکومت میں ایک نئی روح پھونکنے کا باعث ہوں گے۔

انقلابی تفسیر کا طریقہ

لوک ستہ اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ بھارتی سیاسی عمل نظام حکومت میں تبدیلیوں کے بارے میں پیچھے ہٹ چکا ہے۔ عوام کی بہبود کے لئے کام کرنے کی مثبت طاقت و اختیارات ریاستی اہلکاروں کے ہاتھوں میں حددرجہ محدود ہیں۔ حاکمیت کو بری طرح استعمال کرنے کی منفی قوت و اختیارات لامحدود ہیں جن کی جانچ پڑتال بھی نہیں ہے۔

> انتہائی درجے کی مرکزیت' نااہل' سست اور بدعنوان خدمات' ناامیدی' مجبوری و بے کسی نے عوام کو خودمختاری کی بامعنی سطح تک پہنچنے کے راستے مسدود کردئیے ہیں

موجودہ حدود میں رہتے ہوئے روایاتی جمہوری طریقوں سے مطلوبہ آئینی اصلاحات کی گمبھیر صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے لوک ستہ ایک تخلیقی پرامن اور جمہوری ردعمل کی وکالت کرتی ہے تاکہ اصلاحی مقاصد کا حصول ہوسکے۔ اس صورتحال سے نکلنے کا ایک راستہ بنیادی اصلاحات کی ضرورت پر غیرجانبدارانہ ریفرنڈم ہے۔ بنیادی قومی مسائل پر دنیا بھر کی مضبوط جمہوریتوں میں گاہے بہ گاہے متعدد ریفرنڈم ہوچکے ہیں۔ یورپی معاشی برادری میں داخلے کے سوال پر برطانیہ ناروے۔ فرانس اور دیگر ممالک میں ریفرنڈم ہوچکے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں فرانس میں ہونے والے ریفرنڈم کے نتیجے میں پانچویں جمہوریہ تخلیق ہوئی۔ ستر کے عشرے میں آسٹریا میں ایٹمی طاقت کے سوال پر ریفرنڈم ہوا۔ آسٹریلیا اور امریکہ میں بھی گاہے بہ گاہے کئی ریفرنڈم ہوچکے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں تو براہ راست جمہوریت کا ایک آلہ سمجھتے ہوئے ریفرنڈم کو عادتاً" استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ' ویلز اور برطانیہ میں حال ہی میں ریفرنڈم ہوئے جو ان علاقوں میں علیحدہ پارلیمنٹ کے قیام سے متعلق تھے۔ بڑے قومی مسائل کے حل کے لئے عوام سے براہ راست فیصلہ مانگنے کا عملی طریقہ ریفرنڈم ہی ہے۔

جمہوریت میں عوام ہی اصل طاقت ہیں۔ اس لئے کسی بھی جمہوریت میں عوام کو بنیادی قومی مسائل پر براہ راست اپنی رائے کے اظہار کرنے کا پورا حق ہے ذات پات' نسل' علاقے' مذہب' زبان اور طبقے سے بالاتر ہوکر بہت سے ہندوستانی یہ سمجھتے ہیں کہ طریقہ حکومت میں بنیادی اصلاحات کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن عام سیاسی عمل میں مذہب' نظریہ' زبان' علاقے' گروپ اور ذات کی بنیادوں پر ان کا ردعمل ناممکن ہوتا ہے۔ قومی ریفرنڈم ایک تخلیقی' جمہوری اور پرامن طریقہ ہے جو منتشر و نامکمل طرز حکومت میں اہم قومی مسائل پر اتحاد اور اتفاق رائے پیدا کرسکتا ہے۔

سپریم کورٹ کے جج صاحبان اپنے عدالتی فیصلوں میں ایسی بڑی اصلاحات کے لئے عوام سے براہ راست رائے حاصل کرنے کے اصول کی وضاحت کرچکے ہیں جو آئین کے بنیادی خدوخال کو متاثر کرسکتی ہیں۔ جج حضرات یہ نشاندہی کرچکے ہیں کہ ایک جمہوری طرز حکومت میں ایسا وقت آسکتا ہے جب ہنگامی چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر پارلیمنٹ آئین کے بنیادی خطوط میں ترمیم لانے میں آزاد نہیں ہے تو پھر دوسرا کوئی پرامن و جمہوری طریقہ نہیں رہ جاتا۔

قومی ریفرنڈم کے حصول کے ذرائع

قومی ریفرنڈم کو حاصل کرنے کے لئے لوک ستہ نے دوطرفہ حکمت عملی اختیار کی ہے۔ نچلی سطح پر آندھراپردیش میں ۵۰ اراکین پر مشتمل مقامی افراد کے گروہوں کو منظم کیا گیا ہے۔ شہریوں کے یہ نگراں گروہ خصوصی طور پر ان مقامی حکومتی اداروں پر نظر رکھیں گے جو انہیں خدمات فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ شہری مقامی اسکولوں' اسپتالوں' راشن کی دوکانوں' ریونیو کے دفاتر' پنچایتوں' میونسپلٹیوں اور پولیس اسٹیشنوں کی کارکردگی کا بغور جائزہ لیں گے۔ کیونکہ ان کی کارکردگی کے ساتھ ان کی امیدیں بندھی ہوتی ہیں۔ ان گروہوں کو منظم کرکے اور لوگوں کی تشویش واضح کرکے ان مقامی اداروں کی کارکردگی میں حددرجہ بہتری لائی جاسکتی ہے۔

لوک ستہ جمہوری اصلاحات کے لئے قومی تحریک شروع کرے گی جس کے لئے وہ ماحول تیار کررہی ہے۔ اس قسم کی تحریک اسی وقت حقیقت بن سکتی ہے جب تین شرائط پوری ہوں۔ سب سے پہلے ایک مشترکہ قومی پلیٹ فارم کا ہونا ضروری ہے جو ایسے قابل اعتبار شہریوں پر مشتمل ہو جن کی خدمات کا ریکارڈ پرکھا ہوا ہو۔ جن کی دیانت داری پر انگلی نہ اٹھ سکے۔ اور جنہیں وسیع عوامی تعاون حاصل ہو۔ اس قومی اجتماع کے خصوصی مقاصد سب کے لئے قابل قبول ہوں گے۔

لوک ستہ کو علم ہے کہ اعتماد اور کامیابی آسانی سے یکجا نہیں ہوتے۔ ایک دوسرے سے بہت زیادہ تبادلہ خیالات کرکے۔ بھروسہ اور باہمی اعتماد' مقاصد پر وسیع تر سمجھوتے' نااتفاقی والے میدانوں کو الگ کرنے اور ان پر مستقبل میں بحث و مباحثہ کرنے پر رضامند ہونے کے بعد ہی وہ یکجا ہوسکتے ہیں۔ یہ ایک سست رو لیکن مستقل عمل ہے جس کے لئے صبر' سخت محنت اور شدید دانشورانہ نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔

حمیرا اطہر

خواتین کی سہولت کے لئے قائم کیا گیا

ویمنز پولیس اسٹیشن استحصال کا شکار ہے

کوئی عورت جب دادرسی کے لئے قانون کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے تو سب سے پہلے اسے تھانے میں ایف آئی آر درج کرانی ہوتی ہے مگر یہ مرحلہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے اکثر اوقات تھانیدار یا ایس ایچ او "کچی ایف آئی آر" درج کرتے ہیں یعنی سادے کاغذ پر درخواست لے کر "ٹہلا" دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ الٹا اسے ہی "ملزمہ" نامزد کرکے حوالات میں بند کر دیا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں جب کوئی مرد عورت کے خلاف ایف آئی آر درج کراتا ہے اور "ملزمہ" کی گرفتاری عمل میں آتی ہے تو تشدد کا ایک دوسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

قانوناً" کسی بھی ملزم یا ملزمہ کو چودہ روز سے زیادہ تھانے میں نہیں رکھا جاسکتا لیکن ۹۶ء میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق تھانوں میں دو ہفتے سے ایک ماہ تک رکھی جانے والی عورتوں کا تناسب ۲۶٫۲۵ فیصد اور ایک ماہ سے بھی زائد عرصہ تک رکھی جانے والی عورتوں کا تناسب ۱۲٫۶۸ فیصد تھا۔ ان میں بھی اکثر عورتوں کو شہر کے عام تھانوں میں رکھا گیا تھا۔ حالانکہ ۱۹۹۳ء میں ملک کے پانچ بڑے شہروں میں خواتین کے پولیس اسٹیشن قائم کئے جاچکے ہیں۔ جن کا بنیادی مقصد زیر حراست عورتوں کو مرد پولیس کے تشدد سے بچانا نیز خواتین کے موقف کی ہمدردانہ شنوائی کو بھی یقینی بنانا ہے۔

کراچی میں خواتین پولیس اسٹیشن کا قیام ۲ اپریل ۱۹۹۴ء کو عمل میں آیا لیکن یہ اسٹیشن بجائے خود استحصال کا شکار ہے۔ قیام کے وقت اس کو ایک باقاعدہ خوبصورت عمارت دی گئی (جسے آج بھی ایک پرائیویٹ چینل سے چلنے والی ڈرامہ سیریز "پس آئینہ" میں دکھایا جاتا ہے) لیکن فروری ۹۸ء میں نامعلوم وجوہ کی بناء پر وہاں آرٹلری میدان تھانہ قائم کردیا گیا اور خواتین کا پولیس اسٹیشن اس سے متصل ایک بوسیدہ عمارت میں منتقل کردیا گیا جو دراصل پہلے آرٹلری میدان تھانے کی عمارت تھی۔ یہ تبدیلی کیوں ہوئی؟ اس کی کوئی سرکاری توجیہہ نہیں پیش کی گئی۔

تھانے کی انچارج سب انسپکٹر کے علاوہ ایک اور سب انسپکٹر رفعت اور پانچ اے ایس آئی ہیں۔ چالیس کانسٹیبل ہیں۔ ان میں سے محض پندرہ مذکورہ تھانے میں تعینات ہیں جبکہ بقیہ کی ڈیوٹیاں گورنر ہاؤس، وزیراعلیٰ ہاؤس، کے ڈی اے، کے ایم سی اور اسی قبیل کے دیگر سرکاری و نیم سرکاری اداروں نیز شہر کے کچھ گرلز کالجز میں لگتی رہتی ہیں۔

ایس ایچ او نے بتایا کہ کراچی کا یہ واحد ویمنز پولیس اسٹیشن شہر کے ضلع جنوب میں واقع ہے جبکہ دیگر چار اضلاع یعنی شرقی، غربی، وسطی اور ملیر میں ایک ایک ویمنز سیل ہے۔ ان علاقوں کی حدود میں عورتوں سے متعلق جو مقدمات ہوتے ہیں وہ اس تھانے میں منتقل کردیے جاتے ہیں۔

ایس ایچ او نے مزید بتایا کہ تھانے کے ریکارڈ کے مطابق فی زمانہ عورتیں ڈکیتی، قتل، اغوا غرض ہر طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتی ہیں۔ ویسے زیادہ مقدمات حدود اور زنا بالجبر یا پھر میاں بیوی یا سسرالیوں کے ساتھ جھگڑے میں زخمی ہونے کے آتے ہیں۔

گھروں میں کام کرنے والی ماسیوں اور لڑکیوں پر زیادہ تر مقدمات چوری کے ہوتے ہیں ویسے ڈکیتی میں شریک اور لڑکوں سے دوستی لگانے والیاں بھی آتی ہیں۔ مرد اسی صورت میں آتے ہیں جب بیوی سے علیحدگی یا اس کی وفات ہو جانے کے بعد بچوں کی تحویل کا جھگڑا پڑ جاتا ہے۔ یوں تو ہمیں میاں بیوی کے جھگڑوں میں ہاتھ ڈالنے کا اختیار نہیں ہے لیکن چونکہ ہم خود بھی کسی کی بیوی، بیٹی اور بہو ہیں لہٰذا مصالحت کرانے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر اس میں کامیابی ہوتی ہے۔

ایس ایچ او سے اس سال درج ہونے والے مقدمات کے صحیح اعداد و شمار جاننے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے نہایت بیزاری سے جواب دیا "فائل دیکھ کر کیا کریں گی؟ میں بتاتی ہوں، اس سال اب تک کل چودہ مقدمات درج کئے گئے ہیں جن میں سے زیادہ تر کا تعلق حدود آرڈی نینس سے ہے۔ ایک دو جھگ[illegible] کے مقدمات ہیں، تین چار چوری کے ہیں۔ دوسرے تھانوں سے ٹرانسفر ہونے کے بھی کم و بیش اتنے ہی مقدمات آئے ہیں۔ دراصل یہاں اتنا کام تھوڑا ہوتا ہے۔ زیادہ تر عملہ تو سرکاری اداروں اور عمارتوں پر ڈیوٹی دیتا ہے"۔

اگر کبھی کوئی قیدی ویمنز تھانے کی حوالات میں بند کی جائے تو اس پر کیا گزرتی ہے اس کا اندازہ ان چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ویمنز پولیس اسٹیشن کی پہلی سیاسی قیدی ڈاکٹر سلطانہ ابراہیم نے بتایا کہ میرا کھانا گھر سے آتا تھا، جسے تھانے والیاں خود کھالیتی تھیں اور مجھے محض آدھی چپاتی

معاہدہ اور اقدامات

بیجنگ میں منعقد ہونے والی ۱۹۹۵ء میں عورتوں کی چوتھی عالمی کانفرنس کے موقع پر پاکستان دنیا بھر کے ان سو سے زائد ممالک میں شامل تھا جنھوں نے خواتین کے ساتھ ہر قسم کے امتیاز کے خلاف اقوام متحدہ کے کنونشن سیڈا پر دستخط کئے۔ یہ دستاویز دنیا کی آدھی آبادی یعنی عورتوں کو انسانی حقوق کے دائرہ کار میں لاتا ہے اور حکومتوں کے لئے عمل کا ایک ایجنڈا بھی ہے تاکہ خواتین اپنے حقوق سے مستفید ہو سکیں۔

اس دستاویز میں ۳۰ شقیں شامل ہیں جن میں عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ مختلف سطحوں پر کئے گئے امتیازی سلوک کے حوالے سے اہم نکات شامل ہیں۔ مثلاً۔

آرٹیکل نمبر۲ : کنونشن میں فریق ممالک خواتین کے خلاف عدم مساوات کی مذمت کرتے ہیں اور بغیر تاخیر کے اور ہر ممکن طریقے سے خواتین کے خلاف تمام امتیازی رویئے ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل عہد کرتے ہیں۔

○ خواتین اور حضرات مکمل مساوات کی ملکی آئین کے ذریعے ضمانت دینا اور اس مقصد کے لئے ضروری قانون سازی کرنا۔

○ خواتین کے ساتھ عدم مساوات کے خلاف تمام قوانین کا خاتمہ اور ان کی جگہ مناسب قانون سازی کرنا۔

○ عورتوں کو قانون کے ذریعے مردوں کے ساتھ ساتھ مکمل حقوق دینا۔

○ کوئی ایسی کارروائی نہ کرنا جس کا تعلق عورتوں کو غیر مساوی حقوق دینے سے ہو اور اس بات کی ضمانت دینا کہ سرکاری مشینری اور ادارے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کام کریں گے۔

○ کسی بھی ادارے، شخص یا تنظیم کی طرف سے عورتوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے خلاف اقدامات کو روکنا۔

○ ایسے قوانین، ضابطے، رسومات اور رواجوں کو ختم کرنا یا ان میں ترمیم کرنا جو خواتین کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے خلاف ہوں۔

○ تمام ایسی تعزیرات کا خاتمہ جو خواتین سے امتیازی سلوک کے خلاف ہوں۔

آرٹیکل نمبر۳ : فریق ممالک سماجی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں مردوں کے برابر عورتوں کو تمام حقوق مساوی دینے کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔

آرٹیکل ۵۔ اے : فریق ممالک ایسے اقدامات کریں گے جن کا مقصد ایسے قوانین، رسومات اور تعصبات کا خاتمہ کرنا ہے جو مرد یا عورت کو جنس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے کمتر یا بہتر بناتے ہیں۔

آرٹیکل ۶ : تمام فریق ریاستی قانون سازی کے ساتھ ایسے اقدامات اٹھائیں گی، جن سے عورتوں کی فروخت اور استحصال ختم ہو جائے۔

آرٹیکل ۹ : حکومتیں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی شہریت حاصل کرنے کا حق دیں گی۔ وہ یہ بھی یقینی بنائیں گی کہ مرد کی شہریت کی تبدیلی کی وجہ سے عورت شہریت سے محروم نہ ہو جائے اور نہ مرد کی شہریت عورت پر ٹھونسی جا سکے۔

۲۔ حکومتیں بچوں کی شہریت کے معاملے میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیں گی۔

آرٹیکل نمبر۱۵ : ریاستیں عورت اور مرد کی مساوی حیثیت کو قانونی طور پر تسلیم کریں گی۔

○ شریک ممالک خواتین کو مردوں کی طرح کاروبار میں معاہدہ، جائیداد کی خرید و فروخت اور عدالتوں اور ٹریبونل کے سامنے کیس لڑنے کے مساوی مواقع مہیا کریں گے۔

○ کنونشن میں شریک ممالک اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی تمام قانونی شقیں اور قانون جو عورتوں کی قانونی حیثیت متاثر کرتی ہیں، ختم کر دی جائیں گی۔

○ تمام ممالک مردوں کی طرح عورتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے، اپنی مرضی کی جگہ رہائش اختیار کرنے اور جہاں ان کا دل چاہے ڈومیسائل حاصل کرنے کی آزادی فراہم کریں گی۔

ان تمام آرٹیکلز پر عمل درآمد کے لئے ایک نیشنل پلان آف ایکشن مرتب کیا گیا ہے جس کے تحت ۱۹۹۸ء سے لے کر ۲۰۱۳ء تک مرحلہ وار اقدامات طے کئے گئے ہیں۔ ان میں سرفہرست عورتوں کی حیثیت کے بارے میں انکوائری کمیشن رپورٹ کا ترجمہ کرنا، اس کی اشاعت اور وسیع پیمانے پر تقسیم شامل ہے تاکہ لوگوں کو اس بارے میں آگاہی ہو سکے۔ یہ کام ترجیحی بنیاد پر ۹۹-۹۸ء میں مکمل کر لیا جائے گا۔ اس سال پرنسپل لاز (جس میں اقلیت اور معذورین بھی شامل ہیں) میں ضروری تبدیلیاں بھی کی جائیں گی جس کے لئے قانونی ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ لوگوں میں قانون سے آگہی کے لئے جلسوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مہم چلائی جائے گی۔ نیز قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اراکین، جیل کے عملے، انتظامیہ اور نجی اداروں کو عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کی تربیت دی جائے گی۔ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی تمام اقسام کی شکار عورتوں کو قانونی تحفظ دیا جائے گا۔

پڑوس پر نگاہ

اور دال یا سالن دیتیں، پانی انتہائی کھارا جو تلخی کی حد تک نمکین ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ میں حوالات میں بھوکی پیاسی ہی رہتی۔ درخشاں تھانے میں بھی سزا یہ تھی کہ ۲۴ گھنٹے بھوکی پیاسی بٹھائے رکھا۔ سونا تو کجا لیٹنے کی اجازت نہ تھی۔

یہ روداد تو تھی خواتین پولیس اسٹیشن کی۔ دوسرے پولیس اسٹیشنوں میں ان پر کیا گزرتی ہے؟ اس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے کیجئے۔

شوہر کے قتل کے الزام میں جیل میں قید ایک خاتون نے بتایا کہ گرفتاری کے بعد مجھے تھانہ اجمیر نگری میں رکھا گیا۔ وہاں کے ایس ایچ او نے مجھ سے دس ہزار روپے رشوت طلب کی۔ میں نے کہا میرے پاس نہیں ہیں تو اس نے مجھ سے نہایت بدتمیزی سے بات کی اور دوسرے کمرے میں لے جاکر میرا دوپٹہ اتارنے کی غرض سے کھینچنے لگا۔ میں نے اسے دھمکی دی کہ میں آئی جی سے شکایت کردوں گی جس پر اس نے مجھے لاک اپ میں بند کر دیا۔ سات دن تھانے میں رکھا اور شروع کے دو تین دن سوٹیوں سے پٹائی کی۔

ڈکیتی کیس میں ٹی پی ایکس تھانے کی حدود سے گرفتار ہونے والی دو جوان ملزماؤں نے بتایا کہ انہیں چودہ روز تک تھانے میں رکھا گیا اور اقبال جرم کرانے کے لئے تھانے والوں نے ان کے نازک حصوں پر تشدد کیا، سر کو دیواروں سے ٹکرایا، چھتر مارے گئے اور مار پیٹ کے لئے مرد پولیس والوں کی "خدمات" حاصل کی گئیں۔ ان میں سے ایک ملزمہ جو تین ماہ کی حاملہ بھی تھی، کے ہاتھوں پر تو اتنی سوٹیاں ماری گئیں کہ جب وہ چودہ روز بعد جیل میں بھیجی گئی تو اس کے ہاتھوں پر کہنیوں تک سوٹیوں کے نشانات تھے اور کھال ادھڑی ہوئی تھی۔ اس کے یہ زخم دو ماہ تک ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔

ڈکیتی کیس میں اپنی سرغنہ کے ساتھ پکڑی گئی ایک نو عمر لڑکی نے بتایا کہ اسے تھانہ پیر آباد میں رکھا گیا تھا جہاں ایس ایچ او نے کئی مرتبہ اس کی عصمت دری کی۔

ان چند مثالوں سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں پر تھانوں میں کیا بیتتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہر ڈسٹرکٹ میں ایک ویمنز سیل ہے تو پھر مذکورہ عورتوں کو مردوں کے تھانوں میں کیوں رکھا گیا؟ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ شہر کا اکلوتا ویمنز اسٹیشن ختم کرکے شہر بلکہ ملک بھر کے تمام تھانوں کے ساتھ ایک ایک ویمنز سیل قائم کیا جائے اور ذمہ دار افسران کو اس بات کا سختی سے پابند کیا جائے کہ کوئی بھی عورت کسی بھی صورت میں مردوں کے پولیس اسٹیشن میں نہیں لے جائی جائے گی۔ یوں بھی کسی شہر میں محض ایک ویمنز اسٹیشن اس لحاظ سے ناکام ہو جاتا ہے کہ دور دراز کے علاقوں کی عورتوں وہاں تک باآسانی نہیں پہنچ پاتیں۔ پھر یہ تھانے خصوصاً" کراچی کا تھانہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے جس جگہ قائم کیا گیا اس کے قرب و جوار کی آبادی ایسی نہیں ہے جہاں کی عورتیں جرائم میں ملوث ہو سکتی ہوں۔ یہ عام مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جرائم ہمیشہ پسماندہ، ناخواندہ اور معاشی طور پر کمزور علاقوں میں سرزد ہوتے ہیں۔

نیز ایسے قوانین نہ صرف بنائے جائیں بلکہ ان کے نفاذ کو بھی یقینی بنایا جائے تاکہ پولیس اپنے فرض کی ادائیگی کے دوران عورتوں کو تشدد کا نشانہ نہ بنا سکے۔ تشدد پر قانون، سماجی اور انتظامی پابندیاں عائد کی جائیں خواہ وہ گھر میں کام کی جگہ، علاقے یا معاشرے میں ہو۔

خواتین پر تشدد کرنے والے ریاستی اداروں مثلاً پولیس اور رینجرز پر کڑی نظر رکھی جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی خاطر ایک موثر نظام تشکیل دیا جائے۔

بہ شکریہ : روزنامہ خبریں، لاہور

پارکوں کی ترقی

میں کے ڈی اے اوورسیز بنگلوز گلستان جوہر میں رہائش پذیر ہوں۔ ون یونٹ بنگلوز کے اس علاقے کی منصوبہ بندی بہترین اور پرامن ہے۔ سڑکیں کشادہ ہیں۔ خوب کھلی جگہ اور مناسب حفاظتی انتظام موجود ہے۔

اس کالونی میں ۳۵۰ سے زیادہ مکانات ہیں۔ ۲۰ کے لگ بھگ کھلی جگہیں پارکس اور کھیل کے میدانوں کے لئے بھی مخصوص کی گئی ہیں لیکن یہ نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ ایک پارک کے سوا کسی جگہ کو ترقی نہیں دی گئی۔ کھلی و خالی جگہیں یوں ہی بیکار پڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو کوڑا کرکٹ ڈالنے اور جلانے کے لئے استعمال کی جارہی ہیں۔

علاقے کے باشندوں، انتظامیہ اور متعلقہ سرکاری افسران کے درمیان ایک مشترکہ مہم کی ضرورت ہے تاکہ ان ویران پارکوں میں بھرپور زندگی لائی جاسکے۔

کچھ پارکوں کو نجی ادارے اپنا سکتے ہیں کیونکہ پارکوں کو ترقی دینے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوگی۔

یہ شہر پہلے ہی سے پارکوں اور کھیل کے میدانوں کی کمی کا بری طرح شکار ہے۔ ایک ایسی ہاؤسنگ اسکیم جہاں اتنی زیادہ مقدار میں کھلی جگہ موجود ہو مشکل سے ملے گی۔ ان سے پوری طرح مستفید ہونے کے مواقعوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔

(انور جعفری۔ کے ڈی اے اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر۔ کراچی)

لائبریری کا قیام

ہم نے کشمیر کالونی میں عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے ایک این جی او المعارف ویلفیئر سوسائٹی قائم کی ہے۔ جو دن رات مظلوم دکھی، سسکتی اور تڑپتی انسانیت کی خدمت میں سرگرم عمل ہے۔

سوسائٹی مختلف منصوبوں پر عمل پیرا ہے جن میں سے مفت تعلیم، مفت کتب کی فراہمی، فری آئی کیمپس، فری میڈیکل کیمپس اور بالخصوص علاقہ کا سیوریج سسٹم بہتر کرنے کے لئے بہ تعاون او پی پی (OPP) بھرپور کام کر رہے ہیں ان سب منصوبہ جات کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک فری لائبریری بھی قائم کی ہے۔ جس میں مختلف موضوعات پر سینکڑوں کتب، رسائل، جرائد، مجلات اور اخبارات رکھے گئے ہیں۔ جن سے عوام الناس کثیر تعداد میں استفادہ کر رہے ہیں۔ اس لائبریری کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھلے ہیں۔ نیز اس شمارہ کے علاوہ بھی کچھ لٹریچر تعارفی حوالے سے آپ نے اگر چھپوایا ہو تو وہ بھی ارسال کریں۔

طاہر محمود انجم

خادم المعارف ویلفیئر سوسائٹی

جونیئر شہری

ایک خط لکھئے

● ماحول کے بارے میں اپنی تشویش سے دوسروں کو آگاہ کرنے کے لئے خطوط نگاری ایک اچھا طریقہ ہے۔ جب کبھی آپ خط تحریر کریں تو مندرجہ نکات کو ذہن میں ضرور رکھیں۔

○ آپ کا خط سادہ و براہ راست ہونا چاہیئے۔

○ کسی ایک مسئلہ پر توجہ مرکوز کریں۔

○ اپنے خیالات کو منظم کریں۔ سب سے پہلے وضاحت کریں کہ آپ کیوں خط لکھ رہے ہیں؟ اور آپ کی تشویش کیا ہے؟ پھر اپنی رائے کا اظہار کریں اور مسئلے کے حل کے لئے اپنی تجاویز پیش کریں۔

○ خط کو ٹائپ کریں یا اپنی بہترین خوشخطی میں لکھیں تاکہ آپ کا خط صاف ستھرا ہو اور پڑھنے میں دقت کا سامنا نہ ہو۔

○ خط کو بھیجنے سے پہلے ایک بار پھر جانچئے' رموز و اوقاف اور دیگر غلطیوں کی جانچ پڑتال کریں۔ اگر کوئی غلطی ہے تو اسے درست کریں۔

● ○ اپنے دستخط کیجئے' اپنے گھر کا پتہ بھی لکھئے تاکہ آپ جس شخص کے نام خط لکھ رہے ہیں وہ جواب دے سکے۔

ایک کمپنی کے افسران کو خط لکھئے اور انہیں عملی اور معقول پیکنگ پر مبارکباد دیتے ہوئے یہ بتائیے کہ آپ ان کی ان کوششوں کو بہت سراہتے ہیں جو وہ زمین کی بہتری میں مدد دینے کے لئے کر رہے ہیں۔

بلدیاتی' صوبائی یا قومی حکومت کے افسران کو ایک خط لکھیں جس میں ماحول کے بارے میں اپنی تشویش کی وضاحت کریں۔ اپنے خط میں ان سے کسی ایک خصوصی مسئلے کے بارے میں دریافت کریں کہ وہ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔ معلوم کریں کہ اس موضوع پر کون سا قانون زیر غور ہے۔ آپ کو جو بھی معلومات حاصل ہوں ان پر دوسروں سے تبادلہ خیال کیجئے۔

مقامی روزنامہ کے مدیر کو خط لکھیں جس میں فضائی آلودگی' جنگلات کی کٹائی' حیوانات کے تحفظ' تیل بہنے' پانی کی آلودگی یا کسی اور ماحولیاتی مسئلے پر اپنے احساسات اور رائے کا اظہار کریں۔ اپنے خط میں تحریر کریں کہ اس مسئلے کے سلسلے میں کمیونٹی کے رہنما کون سے اقدامات اٹھا سکتے ہیں۔

ایک کمپنی کے افسران کو خط لکھیں کہ ان کی کمپنی زمین کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اپنا کردار ادا نہیں کر رہی ہے۔ انہیں اپنے احساسات سے آگاہ کیجئے۔ انہیں چیلنج کیجئے کہ وہ اپنی پروڈکٹس کو زیادہ زمین دوست بنائیں۔

(بہ شکریہ : ارتھ بک فار کڈز)

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

○ آلودگی کے خلاف

○ میڈیا اور سوشل رابطہ (نیوز لیٹر)

○ قانونی (غیر قانونی عمارتیں)

○ تحفظ اور ورثہ (پرانی عمارتیں)

○ پارکس اور تفریح

○ مالی حصول

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم نہیں) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون' فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

بقیہ ⇦ ٹرانسپورٹ

لوگ عمر بھر گاڑیوں کی قسطیں ہی ادا کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر یہ گاڑی جل جائے تو کہیں کے نہیں رہتے۔ اگر حکومت واقعی اس شہر میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے تو اسے سہولتیں دینی ہوں گی جب ہی مسئلہ کا تھوڑا بہت حل نکل سکے گا۔

اس سیمینار سے یہ توقع تھی کہ مسافروں اور ٹرانسپورٹروں کے درمیان کوئی سمجھوتہ ضرور ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ مسافروں اور ٹرانسپورٹروں میں تھوڑی سی مفاہمت ضرور پیدا ہوئی یہ درست ہے کہ کراچی میں سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تمام ضروری سہولتوں سے آراستہ بس ٹرمینل کو قائم کرنا بھی اشد اہم ہے۔ متعلقہ ایجنسیوں کو مل جل کر ٹرانسپورٹ کے بارے میں ایک مکمل و جامع منصوبہ بندی کرنا چاہئے۔ ٹرانسپورٹروں کے جائز مسائل حل ہونے چاہئیں۔ عوام کو بھی اپنی سوچ بدلنی ہوگی۔ اگر [illegible] کر کے بہتر سہولتیں حاصل کرسکیں تو یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں مخیر شہریوں کو بھی آگے آکر معاشرے کی ترقی کے لئے اپنی قوت و طاقت استعمال کرنی چاہئے۔ کیونکہ ملک کے موجودہ حالات میں حکومت سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ تمام شہری مسائل حل کردے گی۔

بقیہ ⇦ زرعی یونیورسٹی

تھی لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے کہ اس وقت کسی بھی تحقیقی منصوبے پر کام نہیں ہو رہا ہے شعبہ اعلیٰ تعلیم کے افسران اس کی وجہ فنڈز کی کمی بتاتے ہیں۔

زرعی گریجویٹس اور پوسٹ گریجویٹس، زرعی جاگیروں میں کاشتکار اور منیجر کی حیثیت سے کھپ سکتے ہیں۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں مثلاً زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان، پانی و بجلی کا ادارہ، زرعی تحقیقی کونسل، سندھ ایریڈزون ڈیولپمنٹ اتھارٹی، ڈیری اور پولٹری کی صنعتیں، سندھ شوگر کارپوریشن اور پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں بھی ان کی پہنچ ہوسکتی ہے۔ فارغ التحصیل طلباء زراعت پر مبنی کاروبار اور انتظام و انصرام مثلاً فرٹیلائزر، پودوں اور کیڑے مار دواؤں، شکر اور جوٹ ملوں، کپاس کی صنعتوں، پولٹری اور مویشیوں کا چارہ تیار کرنے والی ملوں، حیوانات کے لئے دوائیں تیار کرنے والی کمپنیوں اور ملک پروسیسنگ پلانٹس میں بھی اپنے لئے جگہیں بنا سکتے ہیں وہ ایف اے او۔ فوڈ فاؤنڈیشن اور زرعی مشاورتی فرموں کی جانب سے کئے جانے والے خصوصی منصوبوں میں بھی خود کو شامل کرسکتے ہیں۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہمارے تعلیمی و تحقیقی ادارے شدید مالی مشکلات سے دوچار ہیں اسی لئے تربیت یافتہ افرادی قوت اور تحقیقی سہولتیں ناپید ہیں۔ بدقسمتی یہ بھی ہے کہ جب کبھی فنڈز دستیاب ہوتے بھی ہیں تو ہمارے تعلیمی منتظم اس کا مناسب اور صحیح استعمال نہیں کرتے۔ ہمارے تعلیمی شعبے کو جس بحران کا سامنا ہے وہ نیا نہیں ہے اور جس میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام جیسا ادارہ ہمارے مستقبل کو متحرک بنانے کے لئے انجن کا کام سرانجام دے سکتا ہے اور یہ عمل اسی وقت طے پاسکتا ہے جب ہمارے تعلیمی شعبے کو درپیش مسائل کو ترجیحی بنیادوں کو حل کیا جائے۔

(سید غضنفر علی ایگرو کیمیکلز کے ماہر اور شہری برائے بہتر ماحول کے رکن ہیں)

بقیہ ⇦ آج کا مسئلہ

ذریعے عوامی جذبات اور مذہبی جوش کو مہمیز لگائی جاسکتی ہے۔ شہری پر یہ الزام لگایا گیا ہے اس میں غیر مسلم ایجنٹ موجود ہیں۔ اس کے امریکی اور یہودی روابط ہیں چنانچہ ان کی معرفت فتوئ جاری کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کوششوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ عوام ایک ایسی تنظیم کے کام میں تمیز کرسکتے ہیں جو گزشتہ دس برسوں سے کھلے عام سرگرمی سے عام آدمی کی فلاح و بہبود میں مصروف ہیں۔ اس کے برخلاف دوسری تنظیم کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ وہ تو صرف سڑکوں اور گلیوں میں بینرز میں ہی نظر آتی ہے۔ □

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

"شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول

206 جی-بلاک 2-پی ای سی ایچ ایس کراچی 75400 پاکستان

ٹیلی فون رفیکس: 92-21-4530646

E-mail adress:

shehri@ onkhura.com (web site) URL:

http://www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________

ایڈریس ________

پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

شہری کی رکنیت

1999ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

روزنامہ "نیوز" کے ۲۷ ستمبر ۱۹۹۸ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کی چند سطریں یہاں دہرائی جارہی ہیں۔ "مذکورہ تنظیم کے نشانات کا وجود نہیں ملتا۔ کیونکہ جے آئی کے نقطہ نظر کو معلوم کرنے کی تمام کوشش ثمر آور ثابت نہیں ہوئیں"۔

یہ کوئی ایک واحد واقعہ نہیں ہے۔ ہمارا شہری معاشرہ آج دوراہے پر ہے۔ کیا جرائم کا ارتکاب' ناانصافی اور حقوق انسانی کی پامالی کرنے والوں کو کھلی چھوٹ دینی چاہئے کہ ان کی شرمناک سرگرمیوں جاری رہیں۔ ہمارے اطراف موجود شدید قسم کی پریشانیوں و ناہمواریوں پر اندھے اور بہرے بن جائیں یا سخت لیکن پروقار و باعزت راستہ اختیار کرتے ہوئے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور نشانہ بنیں۔ شہری نے اس راستے کا انتخاب بہت پہلے کرلیا تھا۔ اب راستے میں کتنی ہی رکاوٹیں آئیں ہم اس ملک کو اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسل کے لئے ایک محفوظ' اعتدال پسند اور بہتر جگہ بنانے کے لئے کام کرتے رہیں گے۔ اس کے لئے خدا ہماری مدد کرے۔

بقیہ ⇦ بک گروپ

کمیٹی بنائی ہے جو دس مشہور اور قابل ماہرین تعلیم پر مشتمل ہے اس کمیٹی کے کوآرڈی نیٹر بک گروپ کے چیئرپرسن جناب سمیع مصطفیٰ ہیں۔ ماہرین کی یہ کمیٹی ڈاکٹر منظور احمد' نرگس علوی' ناصرہ وزیر علی' ذوالفقار علی' رومانہ حسین' شیلا جعفری' ڈاکٹر محمود میمن' رخشی نیازی اور ڈاکٹر عطاالرحمٰن پر مشتمل ہے۔

سمیع مصطفیٰ نے کہا۔ "ہم نے جو کانسیپٹ پیپر (Concept Paper) تیار کیا ہے وہ اپنا کیس اس دلیل پر مضبوط کرتا ہے کہ اگر تعلیم کو حقیقی معنوں میں تبدیل ہونا ہے تو ۵۰ فیصد یا اس کے لگ بھگ اسکول جانے والے بچے جو اسکول سے باہر ہیں' انہیں اسکول کے نظام میں واپس لانا ہی ہوگا۔ پھر مرکز نگاہ اینٹیں اور گارہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ تعلیمی معیار کی بہتری اور معیاری تعلیم کی فراہمی ہونا چاہئے جو مدرسی یا معلمانہ معیار سے لگا کھائے۔ یہ صورتحال اسکول سے باہر رہنے والے بچوں میں تحریک پیدا کرے گی کہ وہ واپس اسکول میں داخل ہوں۔ وہ اس تعلیمی نظام میں اسی وقت داخل ہوں گے جب وہ یہ دیکھ لیں گے کہ تعلیم ذہنی تحریک پیدا کرسکتی ہے۔ پیشہ ورانہ طور پر مفید ہے اور سماجی طور پر متحرک و سرگرم بھی بناسکتی ہے۔ تعلیم کی اعلیٰ سطح پر تعلیم میں معیار وظیفے کو تقویت پہنچائے گا اور سائنسی روایات کو قائم کرے گا"۔

بک گروپ اور ان کے متعلقہ کام کا سب سے بڑا حصہ شاید ان کا پیشہ ورانہ رویہ ہے جو معیار پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ سب سے بہترین یہ ہی ان کا مقصد ہے جس کے حصول کے لئے وہ دن رات کوشاں ہیں اور ہم ان کے ہر منصوبے کے لئے دعاگو ہیں۔

(سلیقہ انور شہری کی ایک سرگرم رکن ہیں اور شہری برائے بہتر ماحول کی رکن ہیں)

✠✠✠

بقیہ ⇦ کے بی سی اے

سرمایہ کاری کے خلاف انتباہ کرنا۔

(ب) مختلف علاقوں میں غیرقانونی طور پر زیر تعمیر عمارات کی فہرست کی اشاعت۔

(ج) مختلف زون میں منظوری کے بعد تعمیر ہونے والی عمارات کی فہرست کی اشاعت۔

۵۔ کے بی سی اے کے مسائل کو اجاگر کرنا اور ہائیکورٹ کی توجہ میں لانا' عدالتوں کی جانب سے جاری ہونے والے حکم امتناعی کی تعداد میں کمی' معائنہ ٹیم کے رکن کی عمارات کے بارے میں ڈسٹرکٹ عدالتوں کے احکامات کی مانیٹرنگ' طریقہ کار کا قیام جہاں ڈی سی بیز اور اے سی بیز فوری اور براہ راست عدالتوں کی مدد کرسکیں۔ تاکہ غیرقانونی تعمیرات کرنے والے افراد کی جانب سے عدالت کے احکامات کے غلط استعمال کو روکا جاسکے اور غیر سنجیدہ مقدمہ بازی کو کم سے کم کیا جاسکے۔

۶۔ پلنتھ وری فکیشن سرٹیفکیٹ کے حصول کی ضرورت کو دوبارہ لاگو کرنا' تاکہ غیرقانونی تعمیر کو ابتدائی مرحلے پر ہی روکا جاسکے۔

۷۔ اے سی بیز فیلڈ بکس تیار کرتی ہے۔ ان کی باقاعدگی سے تیاری کی ضرورت کو دوبارہ لاگو کرنا' تاکہ مختلف علاقوں میں ہونے والی تعمیرات کی ہفتہ وار حالت کا ریکارڈ موجود ہو۔

۸۔ قرارداد پاس کی گئی کہ کے بی سی اے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سیاستدانوں اور نوکرشاہی کے ذاتی اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔

۹۔ سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس ۱۹۷۹ء میں ترمیمات لانا تاکہ اسے زیادہ موثر بنایا جاسکے۔ (ان ترمیمات کا ڈرافٹ حکومت کو ۱۹۹۷ء کے وسط میں بھیجا گیا تھا)

۱۰۔ کراچی کی قدیم عمارات کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ہیریٹیج کمیٹی کے ساتھ تعاون کیا گیا۔

۱۱۔ کے بی سی اے کی اندرونی کارکردگی میں سیاسی و نوکرشاہی مداخلت کے ساتھ ساتھ مذموم سیاسی مقاصد کا بلڈر مافیا سے تعاون کی نشاندہی اس قسم کی مداخلتوں کے خلاف کے بی سی اے کے افسران کی لڑائی میں ان سے تعاون کرنا۔

۱۲۔ تعمیراتی قواعد و ضوابط کو جدید بنانے کی کوشش تاکہ انہیں شہر کی موجودہ صورتحال سے ہم آہنگ لایا جاسکے۔

۱۳۔ عوامی اعتراضات کو مدنظر رکھا گیا اور کسی عمارت کی زمین کے استعمال کو تبدیل کرنے سے پہلے اس کے موجودہ ڈھانچے کی جانچ پڑتال ضروری قرار دی گئی۔ مثلاً کسی رہائشی زمین کو کمرشل بنانے سے پہلے وسیع سرکولیشن رکھنے والے اخبارات مثلاً ڈان اور جنگ میں اشتہار کے ذریعے مشتہر کیا گیا۔ اس سلسلے میں سرکاری حکم کو دوبارہ لاگو کیا گیا۔

۱۴۔ ایسے ۴۰ سے زائد "بریف کیس" ماہرین تعمیرات اور انجینئرز کے لائسنس معطل کردیئے جو پورے شہر میں غیرقانونی تعمیرات میں بری طرح ملوث تھے۔

✠✠✠

بقیہ ⇦ ایس ڈی ایم

ایس ڈی ایم اس بارے میں پریقین ہے کہ ان کی ارضی اور مالی اصلاحی اقدامات آمدنی و دولت کی تقسیم میں مثبت تبدیلی لاسکتے ہیں۔ جس سے بدعنوانی کے ایک حصے کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ بدعنوانی کے مسئلے کے دوسرے حصے کے خاتمے کے لئے دیگر اقدامات کے علاوہ آئینی اور قانونی اقدامات کی ضرورت ہوگی جس میں تمام منتخب نمائندوں اور گریڈ ۲۰ اور اس سے اوپر کے سول اور ملٹری افسران اور ان کے بیوی بچوں کو اپنی تمام جائیداد اور سرمائے کو ظاہر کرنا لازمی ہوگا۔ ایک مستقل احتسابی کمیشن کا دوبارہ قیام اور اطلاعات کی آزادی کے ایکٹ کے لئے قانون سازی شامل ہیں۔

سوشل ڈیموکریٹک موومنٹ جیسے مزید فورم کے قیام کی اشد ضرورت ہے۔ جہاں قومی انتظام حکومت کے لئے طریقہ کار اور خیالات اور تصورات پیش کئے جاسکیں۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ معاشرے کے تمام شعبے ریاست کی کارگزاری میں مثبت تبدیلی لانے میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لئے خود کو متحرک کریں گے۔

تبدیلی کے لئے پروگرام

- ○ سماجی و معاشی نظام کی دوبارہ تعمیر
- ○ ریاست کی مرکزیت کو ختم کرنا
- ○ عدلیہ خصوصاً نچلی عدلیہ کو مضبوط بنانا
- ○ پارلیمنٹری ڈیموکریسی کو مضبوط بنانا
- ○ احتساب اور شفاف پن کا قیام

□

بقیہ ⇐ شہری پارک

چھوٹے بڑے سب اس کار خیر میں شریک ہیں

جناب عدنان اسد شہر کے جانے پہچانے آرکیٹیکٹ ہیں اور اسی علاقے میں رہائش پذیر ہیں انہوں نے پارک کے لئے ایک لینڈ اسکیپ تیار کرنے کے لئے اپنی خدمات مفت پیش کی ہیں۔ وہاں موجود ہر شخص کا یہ مشترکہ خیال تھا کہ اگر مل جل کر کام کیا جائے تو پارک شہریوں کی مہم جوئی کے لئے ایک ماڈل میں تبدیل ہو جائے گا۔ پھر دوسروں کو بھی حوصلہ ملے گا کہ وہ شہر کے دیگر حصوں میں اسی قسم کی پیش قدمی کریں۔

اس موقعہ پر موجود بچوں نے خصوصی طور پر جس جوش و جذبے کا اظہار کیا اس نے ہر شخص کے دل کو اس امید سے بھر دیا کہ آنے والا کل بہتر اور زیادہ صاف ہوگا۔

اس پروجیکٹ میں شریک ہر فرد نے قابل تعریف رضاکارانہ کام کی روح کا اظہار کیا تھا اس کے باوجود مختلف تعمیراتی سرگرمیوں۔ پانی کے حصول کے لئے پمپ لگانے اور بچوں کے کھیلنے کی اشیاء وغیرہ کے لئے فنڈ کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ پارک کے عملے کی تنخواہوں کی ادائیگی اور دیگر روزمرہ کے اخراجات کے لئے بھی رقم درکار ہوگی۔

عطیات دینے کے خواہشمند حضرات مزید معلومات رہنمائی اور ہدایات کے لئے شہری کے سیکریٹریٹ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

اگر مل جل کر کام کیا جائے تو پارک شہریوں کی مہم جوئی کے لئے ایک ماڈل میں تبدیل ہو جائے گا پھر دوسروں کو بھی حوصلہ ملے گا کہ وہ شہر کے دیگر حصوں میں اسی قسم کی پیش قدمی کریں

ہمارے پارکوں میں عموماً کوڑے کے ڈھیر لگائے جاتے ہیں

بقیہ ⇐ ماہرین

کیونکہ بیشتر زرعی پیداوار چھوٹے کھیتوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ یہ چھوٹے فارم ساڑھے بارہ ایکڑ رقبے سے بھی کم رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جناب سیبو کو یقین ہے کہ اگر چھوٹے کاشتکاروں کو فارمنگ کی جدید ٹیکنیک سے روشناس کرایا جائے اور ان کی مالی حالت کو بہتر بنایا جائے تو ملک کے زرعی شعبے میں ایک حقیقی و ٹھوس بہتری آسکتی ہے۔

شہریوں کی ماحول دوستی کا شاہکار

شہری پارک

کچھ عرصہ قبل شہری کے اراکین اور علاقے کے رہنے والوں نے رسمی طور پر شہری پارک کا افتتاح کیا۔ کراچی شہر کے علاقے کلفٹن میں واقع اس پارک کو انھوں نے اپنالیا ہے۔ شہری کے اراکین اور علاقے کے باشندوں نے تقریباً ۶۰ درخت لگائے۔ بوڑھے ہوں یا جوان۔ سبھی نے اس کارروائی میں بہت جوش و خروش اور جذبے سے حصہ لیا۔ پودے کے ایم سی کے شعبہ پارکس اینڈ ریکری ایشن نے فراہم کئے تھے۔ اس تقریب کا اہتمام و انتظام شہری کے پارکس پروگرام کے کوآرڈی نیٹر جناب عمران جاوید اور شہری سیکریٹریٹ نے کیا تھا۔

پودوں کو ایک مالی کی ماہرانہ نگرانی میں لگایا گیا جسے پارک مینجنگ کمیٹی نے ملازم رکھا ہے تاکہ وہ پارک کی دیکھ بھال کرے۔

پارک مینجنگ کمیٹی کے سیکریٹری جناب ارشاد اے شمسی اسی علاقے میں رہائش رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مستقبل کے منصوبے میں پارک کی باؤنڈری وال کی تعمیر کے علاوہ گندے پانی کو پارک میں دوبارہ استعمال کے قابل بنانے کے لئے ٹریٹمنٹ کی سہولت مہیا کرنا شامل ہے۔

باقی صفحہ ۳۳ پر